مدیر

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون

مولانا رضوان احمد ندوی

امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

جلد نمبر 63/73

مورخہ ۴؍رمضان المبارک ۱۴۴۴ھ مطابق ۲۷؍مارچ ۲۰۲۳ء روز سوموار

شمارہ نمبر 13

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل
■ یادوں کے چراغ، کتابوں کی دنیا
■ حکایات اہل دل
■ اسلامی لباس کے چند رہنما اصول
■ اپنی اصلاح کیسے کریں
■ گناہ دل کو سیاہ کرتا ہے
■ رمضان کے شب وروز
■ اخبار جہاں، ہفتہ رفتہ، طب وصحت

رمضان میں ائمہ وخطباء کی ذمہ داریاں

حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب رحمة الله عليه امیر شریعت سادس امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ

رمضان کا مہینہ اس اعتبار سے منفرد ہے کہ مومنین کے قلوب، اللہ اوراس کے رسول کی ہدایات وتعلیمات کی جانب متوجہ رہتے ہیں، یہ توجہ واہتمام، اللہ اوراس کے رسول سے تعلق ومحبت کا مظہر اور علامت ہے۔

بندگی رب، طاعت وتقوی، حصول ثواب کے لئے مسلمانوں کی اس ماہ میں جدوجہد، محنت، تڑپ نیز مساجد کی جانب ان کی دوڑ، مساجد میں حاضری، خیر کو قبول کرنے اورحق بات سننے کی صلاحیت میں اضافہ کے پیش نظر یہ مناسب ہوگا کہ ائمہ مساجد، علماء، خطباء اور دعاۃ اس ماہ میں معاشرہ کی اصلاح کے موضوعات کو اپنی گفتگو کا محور بنائیں، اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مسلم عوام کوان خرابیوں کی درستگی کی جانب توجہ دلائیں جن کمزوریوں کی بنا پر مسلم معاشرہ اپنی اسلامی خصوصیات وامتیازات کھوتا جارہا ہے، معاشرہ میں تیزی سے رو بہ زوال اخلاقی اور روحانی قدروں کی طرف توجہ دلائی جائے، نیز ان پہلوؤں کی نشاندہی کی جائے جہاں سے پانی رس رہا ہے، جس نے نہ صرف فرد کو، خاندان کو، بلکہ پورے معاشرہ کو کھوکھلا کردیا ہے۔

اصلاح معاشرہ کے سلسلہ میں سب سے اہم اور بنیادی کوشش ایمان کی پختگی، اللہ کے سامنے جواب دہی کا احساس، حقوق العباد کی ادائیگی اور اعمال صالحہ واخلاق حسنہ سے معاشرہ کو سنوارنے کی مسلسل جدوجہد ہے۔

ملک بھر کے مسلمان اپنے اپنے علاقوں میں ائمہ مساجد سے رابطہ کرکے رمضان کے لئے خصوصی پروگراموں کی ترتیب بنانے کی کوششیں شروع کردیں۔

یہ بات سب کو معلوم ہے کہ اسلام اپنی روشن تعلیمات کے ذریعہ انسانی سماج میں تعمیری رجحانات کو فروغ دینے اور اعلی اصولوں پر انفرادی واجتماعی فکر وعمل کو ڈھالنے کی مسلسل کوشش کرتا ہے، یہ کوشش رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور صحابہ کرام کے معمولات سے ظاہر ہے، مگر انسان اور وہ عناصر جن سے وہ ترکیب پایا ہے اور وہ اسباب جو خارج میں اس کو ورغلاتے بہکاتے اور بھٹکاتے رہتے ہیں بلکہ قرآن کی اصطلاح میں ''ہوی'' (یعنی اپنی ایسی نفسانی خواہشات میں مبتلا ہونا) جو اسے سرکشی اور طغیان تک پہنچا دیتا ہے، یہاں تک کہ وہ گمراہی وضلالت کے قریب چلا جاتا ہے۔

انسان کی انسان سے باہمی نفرت، حسد، بغض اور کینہ اسے عداوت پر آمادہ کرتی ہے، جس کے نتیجہ میں ترک تعلق وجود میں آتا ہے اور تعلقات کے ٹوٹنے اور کمزور ہونے سے جو دلوں میں کبیدگی اور انقباض پیدا ہوتا ہے وہی اصل بیماری اور جڑ ہے جہاں سے فرد کی گھریلو زندگی میں گھٹن پیدا ہوتا ہے، جس کو اس صورت میں ہم روزانہ دیکھتے ہیں کہ بھاوج کا نند سے، بھائی کا بھائی سے، سالے کا بہنوئی سے اور شوہر کا بیوی سے ٹکراؤ، اختلاف، دوری اور من مٹاؤ پیدا ہوتا ہے۔ حتی کہ صلہ رحمی کے اصول پاش پاش ہوجاتے اور بکھر کر رہ جاتے ہیں مگر انسان اپنی ذاتی انا اور انتظام کی ہوس میں ان تمام حقوق سے منہ موڑ لیتا ہے جن کی تعلیم اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے اس تک پہنچی ہوئی ہے، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کتنا واضح ہے: "ولا تباغضوا، ولا تحاسدوا، ولا تدابروا، ولا تقاطعوا، وكونوا عباد الله اخوانا، ولا يحل لمسلم أن يهجر أخاه فوق ثلاث (رياض الصالحين 440/441)

سماجی بگاڑ اور فساد کی بہت سی شکلیں ہیں، معاشرہ کے انحطاط کی بہت سی صورتیں ہیں جن میں مادہ پرستانہ رجحانات، مادیت کی طرف دوڑ، ذخیرہ اندوزی اور اس سے آگے بڑھ کر اپنے پریشان حال عزیزوں، رشتہ داروں اور مسلمان بھائیوں اور بہنوں کی ضرورتوں سے بے توجہی، انسان جب مال کو اپنا مال تصور کرتا اور اسے خدا کی نعمت نہیں سمجھتا تو پھر وہ بخل کا شکار ہوجاتا ہے اور بخل بھی اس اعلی درجہ کا جہاں اس کی مٹھی نہیں کھلتی، یہی انسان جب مال کو اپنی ذاتی ملکیت تصور کرتا ہے تو پھر اپنی شان وشوکت اور دولت کے اظہار کے لئے شادیات، اور دیگر رسومات وتقریبات میں اسے لٹاتا اور پانی کی طرح بہاتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ان نعمتوں اور مال ودولت کے ساتھ کچھ ذمہ داریاں بھی اس پر عائد کی ہیں اور آزمائش بھی، اللہ تعالی نے مال کو بے جا استعمال کرنے اور شان وشوکت کے اظہار اور برتری کے لئے نہیں دیا، بلکہ انسان کو ان چیزوں کا امین بنایا ہے۔ مال وزر، دولت وثروت اور بینک بیلنس کی محبت اور پھر اس کی ذخیرہ اندوزی اس کو جمع کرنے کی خصلت، ہر شہر میں مکان وپلاٹ خریدنے کی ہوس نے انسان کو ایسی مادہ پرستانہ کیفیت میں ڈال دیا ہے جہاں سے وہ توکل وقناعت، ایثار وقربانی اور رحم دلی وانفاق کی راہ سے کٹ کر خواہشات کے دلدل میں پھنستا چلا جاتا ہے جہاں نہ والدین اور نہ اعزہ کے حقوق کی فکر رہتی ہے اور نہ پڑوسی وہمسایہ کی۔ ہندوستانی مسلمانوں کی معاشرتی صورت حال تیز رفتار اصلاحات چاہتی ہے، مگر اس کی بنیاد دل ودماغ کی آمادگی اور قلب کا اسلامی احکام کے نفاذ پر شیفتگی ووارفتگی کے ساتھ مطمئن ہونا ہے۔

ہر معاشرہ افراد کا مجموعہ ہے، جس میں ہر گھر اور ہر یونٹ کی بہت اہمیت ہے، ہر گھر ایک خاندان پر مشتمل ہوتا ہے، جس میں ماں باپ، بھائی بہن، بیٹے بیٹیاں، بہوئیں نندیں اور بھاوجیں ہوتی ہیں۔ ان سب کے آپسی تعلقات وروابط کو اسلامی بنیادوں پر استوار کرتا، ان میں استحکام، مضبوطی اور محبت وخلوص نیز تعاون وخیر خواہی کا ماحول پیدا کرنا بہت ہی اہم کام ہے۔

معاشرتی بگاڑ اور اخلاقی انحطاط کے اسباب میں صرف مادہ پرستی نہیں ہے، بلکہ خودغرضی، ذاتی مفاد کو بھی بڑا دخل ہے۔ غریب ویتیم لڑکی کو چھوڑ کر دولت مند کی تلاش، دین دار کے اوپر دنیا دار کو فوقیت، قرآن وحدیث کو چھوڑ کر مہمل کتابوں اور رسائل کا مطالعہ، انٹرنیٹ اور ٹی وی کا بکثرت استعمال، وقت اور پیسوں کا غلط استعمال سب شامل ہیں۔ رمضان کے مہینہ میں قلوب پر طاری حجابات کو ختم کرنے اور رفع کرنے کے لئے مستعدی وتیاری ضروری ہے، آسمان سے مدد، خیر وبرکت اور نصرت کا نزول صرف اس میں مضمر ہے کہ مسلمان پورے طور پر اللہ کی پناہ میں آجائیں اور اس کی نازل کردہ کتاب اور رسول کے فرمودات کو اپنے دل ودماغ میں جگہ دیں۔

حصول ثواب کے لئے مسلمانوں کی اس ماہ میں جدوجہد، محنت، تڑپ نیز مساجد کی جانب ان کی دوڑ، مساجد میں حاضری، خیر کو قبول کرنے اور حق بات سننے کی صلاحیت میں اضافہ کے پیش نظر یہ مناسب ہوگا کہ ائمہ مساجد، علماء، خطباء اور دعاۃ اس ماہ میں معاشرہ کی اصلاح کے موضوعات کو اپنی گفتگو کا محور بنائیں، اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مسلم عوام کو ان خرابیوں کی درستگی کی جانب توجہ دلائیں جن کمزوریوں کی بنا پر مسلم معاشرہ اپنی اسلامی خصوصیات وامتیازات کھوتا جارہا ہے، معاشرہ میں تیزی سے رو بہ زوال اخلاقی اور روحانی قدروں کی طرف توجہ دلائی جائے، نیز ان پہلوؤں کی نشاندھی کی جائے جہاں سے پانی رس رہا ہے، جس نے نہ صرف فرد کو، خاندان کو، بلکہ پورے معاشرہ کو کھوکھلا کر دیا ہے۔ اصلاح معاشرہ کے سلسلہ میں سب سے اہم اور بنیادی کوشش ایمان کی پختگی، اللہ کے سامنے جواب دھی کا احساس، حقوق العباد کی ادائیگی اور اعمال صالحہ واخلاق حسنہ سے معاشرہ کو سنوارنے کی مسلسل جد وجہد ہے۔

اچھی باتیں

''سچ کا ساتھ دینے والوں کی بس ایک ہی نشانی ہے کہ وہ ذکر نہیں کرتے، ہمیشہ ساتھ دینے کی فکر میں لگے رہتے ہیں * اتنا مت بولیے کہ لوگ آپ کے چپ ہونے کا انتظار کریں؛ بلکہ اتنا بول کر چپ ہوجایئے کہ لوگ آپ کے دوبارہ بولنے کا انتظار کریں * بُرے دنوں کا بھی ایک فائدہ ہے، لوگوں کے اصلی رنگ کا پتہ چل جاتا ہے۔ * کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ سکون کے لیے کسی دوا کی نہیں بلکہ کسی کے لفظوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ * اب اتنی زیادہ سمجھ آگئی ہے کہ نہ تو کسی کے ساتھ بحث کرنے کا من کرتا ہے اور نہ ہی کسی کو سمجھانے کا۔ (حاصل مطالعہ)

بلا تبصرہ

''ریاست کے زیادہ تر بڑے شہروں کی ہوا زہریلی ہے، یوں کہیں کہ پردیش کا کوئی ایسا علاقہ نہیں ہے کہ جہاں کی ہوا میں خاص طور پر دھول معمول سے کئی گنا زیادہ نہ ہو، اس کو قابو میں کرنے کے طریقے کارگر نہیں ہیں، حیرت کی بات یہ ہے کہ مرکز کے وسائل سے کئے جانے والے نیشنل کلین پروگرام کے تحت ریاست میں جاری گریڈیڈ رسپونڈ ایکشن پلان ناکافی ثابت ہورہا ہے، ماہرین کا کہنا ہے کہ فضائی آلودگی پر قابو پانے والے محکمہ کے ذمہ داروں کی ترجیحات کچھ دوسری ہیں۔۔۔۔ وہ اب تک پبلک ٹرانسپورٹ کے فضلات کو ہی قابو نہیں کرسکی ہے۔'' (پربھات خبر 18.3.2023)

اللہ کی باتیں ---- رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

روزہ-متقی بننے کا ذریعہ

''جو کوئی رمضان کے مہینہ کو پائے وہ روزہ رکھے اور جو کوئی مریض ہو یا سفر میں ہو تو اتنے دن گن کر بعد میں روزہ رکھ لے، اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے، تنگی کو پسند نہیں کرتا'' (سورہ بقرہ: ۱۸۵)

وضاحت: اللہ تعالیٰ نے ہر صحت مند مسلم و بالغ آدمی پر رمضان کا روزہ فرض کیا ہے، ہاں اگر وہ بیمار ہے یا حالت سفر میں ہے تو صحت و تندرستی کے بعد یا سفر سے لوٹنے کے بعد ان روزوں کی قضاء کر لے، اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ رمضان کی قدر کرے، اس وقت رمضان کا مبارک مہینہ خیر و برکت کے ساتھ سایہ فگن ہے، ہلال رمضان کے طلوع ہوتے ہی باران رحمت کا نزول شروع ہو جاتا ہے، ادھر اللہ تعالیٰ روزہ دار بندوں کے لئے جنت کو آراستہ کرنے کا حکم فرما دیتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور سرکش شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے تاکہ وہ مخلص بندوں کو کار خیر سے باز نہ رکھے، ادھر مومن بندوں کی زبان ذکر و تلاوت کے آب حیات سے تر ہونے لگتی ہے، جسم بھوک و پیاس سے بے تاب ہے، مگر روح آقا کے دھیان میں کوثر و تسنیم سے نہا رہی ہوتی ہے، افسردہ طبیعتوں میں نئی گرمی، بلکہ سرگرمی اور بلندی پروازی پیدا ہو جاتی ہے، اس لئے حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے ایک مکتوب میں فرمایا کہ ''یہ مہینہ ہر قسم کی خیر و برکت کا جامع ہے، آدمی کو سال بھر میں مجموعی طور پر جتنی برکتیں حاصل ہوتی ہیں وہ اس مہینہ کے سامنے اس طرح ہیں، جس طرح سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرہ، اس مہینہ میں جمعیۃ باطنی کا حصول پورے سال جمعیۃ باطنی کے لئے کافی ہوتا ہے اور اس میں انتشار اور پریشان خاطری بقیہ تمام دنوں بلکہ پورے سال کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے، قابل مبارکباد ہیں وہ لوگ جن سے یہ مہینہ راضی ہو کر گیا اور ناکام و بدنصیب ہیں وہ جو اس کو ناراض کر کے ہر قسم کے خیر و برکت سے محروم ہو گئے، ایک دوسرے مکتوب میں فرماتے ہیں کہ اگر اس مہینہ میں کسی کو اعمال صالحہ کی توفیق مل جائے تو پورے سال یہ توفیق اس کے شامل حال رہے گی اور اگر یہ مہینہ بے دلی، فکر و تردد اور انتشار کے ساتھ گذرے تو پورا سال اسی حال میں گذرنے کا اندیشہ ہے، کیونکہ رمضان کے روزوں کی بے شمار حکمتیں ہیں، روزہ اللہ سے قربت کا ذریعہ ہے، یہ تقویٰ کا سبب بنتا ہے اور دلوں میں نرمی اور تواضع پیدا کرتا ہے، روزہ کی وجہ سے انسان کو احساس ہوتا ہے کہ بھوک و پیاس کی شدت کیا ہوتی ہے اور اس کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں، یہی وہ احساس ہے جو انسان کے دل میں نرمی پیدا کرتا ہے، اسے خیر کی طرف مائل کرتا ہے، روزہ رکھنے سے انسان کو اپنے نفس پر قابو پانے میں مدد ملتی ہے جو کہ اللہ کی رضا و اطاعت کے لئے ضروری ہے، روزہ کی وجہ سے ہی انسان کے اندر تقویٰ کی صفت پیدا ہوتی ہے، اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ اس ماہ مبارک میں دنیاوی مصروفیات کم سے کم کر کے عبادات کی مصروفیات کو زیادہ سے زیادہ کریں، تاکہ روحانی طور پر ترقی کے مدارج زیادہ سے زیادہ طے کر سکیں، غرضیکہ عظمتوں اور برکتوں والے اس ماہ مبارک سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں، یہ بڑی بدنصیبی کی بات ہوگی کہ ہم رمضان کو لایعنی حرکتوں میں ضائع کر دیں اور اس کی رحمتوں اور برکتوں سے محروم رہ جائیں، دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شرعی آداب و شرائط کے ساتھ روزہ رکھنے کی توفیق بخشے اور رمضان المبارک کے پورے مہینے کے دوران جس طرح ہم احکامات شرعیہ پر عمل کرتے ہیں، ہماری آئندہ زندگی بھی انہیں خطوط پر استوار رہے، یقیناً وہ شخص بڑا خوش نصیب ہے جو اس مبارک مہینہ کو پائے اور اس کی رحمت و برکت سے بھرپور فائدہ اٹھائے اور وہ شخص بڑا بدنصیب ہے جو اس مبارک مہینہ میں بھی اللہ کی طرف رجوع نہ ہو اور اس کی برکتوں اور رحمتوں کے حصول سے اپنے آپ کو دور رکھے۔

ضرورت مندوں کی مالی مدد کیجئے

''**مایزال الرجل یسأل الناس حتی یاتی یوم القیامة لیس فی وجهه مزعمة لحم**'' حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہمیشہ آدمی لوگوں سے سوال کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کی بوٹی تک نہ ہوگی'' (مشکوۃ شریف، ج:۱)

مطلب: اسلام گداگری اور بھیک منگی کو قطعاً پسند نہیں کرتا، وہ جہاں روحانی قدروں کو فروغ دینے اور عقائد کی اصلاح پر زور دیتا ہے، وہیں معاشی ترقی کے میدان میں جدوجہد کرنے کی بھی تلقین کرتا ہے، اس لئے ایسا تندرست و توانا آدمی جو محنت و مزدوری کر کے کسب معاش کر سکتا ہے، وہ پیشہ وارانہ انداز میں کشکول گدائی لئے دردر مانگتا پھرے، دروازوں پر خدائی واسطہ دے کر دست سوال دراز کرے، یہ ایک ناپسندیدہ عمل ہے، مومن کو دینے والا بننا چاہئے اور سوال کی ذلت سے اپنے کو حتی الامکان بچانا چاہئے، اس لئے ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ تم میں سے کسی ضرورت مند آدمی کا یہ رویہ کہ وہ رسی لے کر جنگل جائے اور لکڑیوں کا ایک گٹھا اپنی کمر پر لاد کے لائے اور بیچے اور اس طرح اللہ کی توفیق سے وہ سوال کی ذلت سے اپنے کو بچائے اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے سوال کا ہاتھ پھیلائے، پھر خواہ اس کو دیں نہ دیں، انہیں بنیادوں پر مذکورہ حدیث میں فرمایا گیا کہ قیامت کے دن سوال کرنے والے کے چہرے پر گوشت کا کوئی ٹکڑا بھی نہ ہوگا اور غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ سوال کرتے وقت سائل کے چہرے پر ذلت و نکہت کے نقوش نمایاں ہوتے ہیں، وہ گڑگڑاتا ہوا اپنی پیشانی کو بل دیتا ہے اور اپنی بدحالی کی عکاسی کرتا ہے، تاکہ دینے والے کے دل نرم پڑ جائیں جو کہ ایک بری عادت ہے، ہاں اگر کسی کو اس کی محتاجی اور مفلوک الحالی نے دست سوال پر ہی مجبور کر دیا، معذور انسان ہے، مختلف امراض جسمانی میں مبتلا ہے اور اس کی آمدنی کے ذرائع و وسائل بھی ہر طرف سے معدوم ہو چکے ہیں تو ایسی صورت میں سماج کے اصحاب ثروت کو اپنی حلال کمائی سے ان کی مدد کرنی چاہئے اور انہیں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اسلامی معاشرت میں ہر شخص کے مال و دولت پر دوسرے حاجت مندوں کا بھی حصہ ہے، اس لئے انہیں دینا کار ثواب ہے، بلکہ سماج کے ایسے پریشان حال لوگوں کی مدد کرنا چاہئے جو اپنی خودداری کی بنا پر دست سوال دراز نہیں کرتے، آپ خود آگے بڑھ کر ان کی مدد کیجئے، اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے آپ کے کاروبار میں برکت عطا فرمائیں گے۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

آنکھ میں دوا ڈالنے سے روزہ کا حکم:

س: عام طور پر آنکھ میں دوا ڈالنے سے اس کا اثر حلق میں محسوس ہوتا ہے، سوال یہ ہے کہ کیا روزہ کی حالت میں آنکھ میں دوا ڈال سکتے ہیں؟

الجواب ———————— وباللہ التوفیق

جسم کا وہ حصہ جس کا راستہ دماغ یا معدہ تک براہ راست پہونچتا ہو اس حصہ میں اگر دوا ڈالی جائے اور وہ دماغ یا معدہ میں پہونچ جائے؛ تو ایسی صورت میں روزہ فاسد ہو جائے گا۔ آنکھ چونکہ اس حصہ میں داخل نہیں ہے جس کا راستہ دماغ یا معدہ تک براہ راست پہونچتا ہو، اس لیے آنکھ میں دوا ڈالنے سے روزہ فاسد نہیں ہوگا؛ اگرچہ اس کا اثر حلق میں محسوس ہوتا ہو۔ تاہم اگر سخت ضرورت نہ ہو تو بہتر یہی ہے کہ مغرب بعد آنکھ میں دوا ڈالی جائے، تاکہ شکوک وشبہات سے روزہ پاک ہو۔ "**لواقطر شیئا من الدواء فی عینه لا یفطر صومه عندنا، وان وجد طعمه فی حلقه**" (الفتاوی الھندیہ 203/1)

ولانه لاینفذ من العین الی الجوف ولا الی الدماغ وما "وجدمن طعمه فذاک اثره لاعینه وانه لایفسد الخ۔۔۔" (بدائع الصنائع 268/2)

ناک میں دوا ڈالنے سے روزہ کا حکم:۔

س: ایک آدمی بلغمی مزاج والا ہے، ناک اکثر بند ہو جاتی ہے جس میں دوا ڈالنی ہوتی ہے، ورنہ سانس لینے میں بڑی تکلیف ہوتی ہے، کیا روزہ کی حالت میں ناک میں دوا ڈال سکتے ہیں؟

الجواب ———————— وباللہ التوفیق

ناک جسم کے اس حصہ میں داخل ہے، جس کا راستہ دماغ اور معدہ تک براہ راست جاتا ہے؛ اس لیے ناک میں اگر دوا ڈالی گئی اور وہ دوا دماغ یا حلق میں پہونچ گئی تو روزہ فاسد ہو جائے گا، "**ومن احتقن اوستعط.......افطر ولا کفارة علیه**" (الھندیہ 204/1)

کان میں دوا ڈالنے سے روزہ کا حکم:۔

س: کان میں دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹے گا یا نہیں؟

الجواب ———————— وباللہ التوفیق

محققین اطباء کی تحقیق کے مطابق کان کے آخری سرے پر ایک باریک مگر مضبوط پردہ ہے؛ جو کان کے راستہ سے کسی چیز کو دماغ یا حلق میں میں پہونچنے سے روکتا ہے، لہذا جب تک یہ پردہ صحیح سالم ہے اس وقت تک کان میں دوا یا پانی ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا؛ کیونکہ یہ پردہ دوا کو دماغ یا معدہ میں جانے سے روک دے گا۔ البتہ اگر کسی کے کان کا پردہ کسی وجہ سے پھٹ گیا ہو یا اس میں سوراخ ہو گیا ہو اور کان میں دوا پانی ڈالنے سے اس کے دماغ یا حلق میں پہونچ جائے تو ایسی صورت میں روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (فتاویٰ دارالعلوم زکریا 285/3)

قے سے روزہ کا حکم:

س: روزہ کی حالت میں اگر قے آجائے تو اس سے روزہ ٹوٹے گا یا نہیں؟

الجواب ———————— وباللہ التوفیق

روزہ کی حالت میں قصداً منہ بھر کر قے کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، البتہ بلا قصد و ارادہ از خود قے آجائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، خواہ منہ بھر سے کم ہو یا زیادہ، کھانے کی قے ہو یا پانی کی۔

اذاقاء اوستقاء ملأالفم او دونه عادبنفسه او اعاد او خرج فلاخطر علی الاصح الا فی الاعادة او الاستقاء بشرط ملأالفم هکذافی النهر الفائق وهذاکله اذا کان القئی طعاما او ماء او مرة (الفتاویٰ الھندیہ 204/1)

کتاب الفتاویٰ میں ہے: اگر بلا ارادہ از خود منھ بھر کے قے آجائے یا پانی آجائے جو قے ہی کی ایک صورت ہے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا؛ ہاں اگر انسان قصداً قے کو نگل جائے یا جان بوجھ کر قے کرے اور وہ منہ بھر کر ہو تو اس صورت میں روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (کتاب الفتاویٰ 391/3)

انجکشن سے روزہ کا حکم:

س: روزہ کی حالت میں انجکشن لینے سے یا ٹیسٹ وغیرہ کے لیے بذریعہ انجکشن خون نکالنے سے روزہ ٹوٹے گا یا نہیں؟

الجواب ———————— وباللہ التوفیق

روزہ کی حالت میں بذریعہ انجکشن خون نکالنے سے یا دوا پہونچانے سے خواہ گوشت میں انجکشن دینے سے ہو یا نس میں روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، البتہ وہ انجکشن جو براہ راست پیٹ میں دیا جاتا ہے اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

دانت سے خون نکلنا

س: کیا روزہ کی حالت میں دانت سے خون نکلنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

الجواب ———————— وباللہ التوفیق

روزہ کی حالت میں دانت سے خون نکلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا؛ البتہ اگر یہ خون حلق سے نیچے چلا جائے اور خون کا ذائقہ حلق میں محسوس ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اور اگر ذائقہ محسوس نہ ہو؛ لیکن خون اور تھوک برابر ہو، یا خون غالب ہو جب بھی روزہ ٹوٹ جائے گا، اور اگر تھوک غالب ہو اور خون کی مقدار کم ہو تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

(الدر المختار علی صدر رد المحتار ۳:۳۶۸)۔ فقط   واللہ تعالیٰ اعلم

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 62/72 شمارہ نمبر 13 مورخہ ۴/رمضان المبارک ۱۴۴۴ھ مطابق ۲۷/مارچ ۲۰۲۳ء روز سوموار

قیام اللیل

اللہ رب العزت نے قرآن کریم کی سورہ مزمل میں اپنے محبوب کو مخاطب کر کے آٹھ آیتوں تک قیام اللیل کی اہمیت ضرورت اور طریقہ کار کا ذکر کیا ہے، ارشاد فرمایا: اے کپڑے لپٹنے والے رات کے وقت نماز میں کھڑے ہو جایئے آدھی رات یا اس سے بھی کچھ کم یا اس پر بڑھا دیجئے اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر صاف پڑھا کیجئے، ہم عنقریب آپ پر بھاری بات نازل کرنے والے ہیں، بے شک رات کا اٹھنا دل جمعی کے لیے انتہائی مناسب اور بات کو درست کرنے والا ہے، یقیناً آپ کو دن میں بہت مشغولیت رہتی ہے، اس لیے اپنے رب کے نام کا ذکر کیجئے، اور تمام مخلوقات سے الگ ہو کر اس کی طرف متوجہ رہیے'' (سورۃ المزمل آیت 1 تا 8)

ان آیات کے نازل ہونے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسے اپنے معمولات کا حصہ بنالیا اور بالالتزام قیام اللیل کا اہتمام ہونے لگا، دشواری وقت کی تعیین میں ہوتی تھی کہ کتنا وقت گذرا، پھر دن کی مصروفیات کے بعد طویل قیام آسان کام بھی نہیں تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اگلی آیتوں میں تخفیف کا حکم نازل کیا اور سابقہ حکم پر عمل کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: آپ کا رب بخوبی جانتا ہے کہ آپ اور آپ کے صحابہ کرام کی ایک جماعت دو تہائی رات، نصف رات اور ایک تہائی رات کے بقدر تہجد پڑھتی ہے اور رات دن کا پورا اندازہ تو اللہ کو ہی ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ تم اسے ہرگز نبھا نہ سکو گے، اس لیے اس نے تم پر مہربانی کی، لہذا جتنا قرآن پڑھنا تمہارے لیے آسان ہو اتنا ہی پڑھو، اللہ رب العزت جانتا ہے کہ تم میں بعض بیمار ہوں گے، بعض دوسرے زمین میں چل پھر کر اللہ تعالیٰ کی روزی تلاش کریں گے اور کچھ لوگ اللہ کی راہ میں جہاد بھی کریں گے، سو تم بآسانی جتنا قرآن پڑھ سکو پڑھ۔

سورہ مزمل کے بعد کی آیتوں میں تہجد پڑھنے سے روکا نہیں گیا؛ بلکہ پہلے حکم میں تخفیف کی گئی، تہجد کی یہ نماز امت پر فرض نہیں ہے، لیکن دل تو یہی کہتا ہے کہ راتوں میں یکسوئی کے ساتھ تنہائی میں، اللہ کے سامنے جھک جایا جائے اور دعائیں کی جائیں۔

رمضان المبارک میں تہجد کے ساتھ قیام اللیل کی ایک شکل تراویح کی نماز ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول رمضان کی راتوں میں تواتر اور کثرت کے ساتھ نماز، تسبیح اور قراءت قرآن میں مشغول ہونے کا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفرلہ ماتقدم من ذنبہ۔ جس نے ایمان ومحاسبہ کے ساتھ رمضان میں قیام اللیل کیا، اس کے تمام سابقہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے (**ترمذی: الجامع الصحیح، ابواب الصوم، باب الترغیب فی قیام رمضان وما جاء فیه من الفضل حدیث رقم 808**)

رمضان المبارک میں پورے ماہ تراویح کے اہتمام سے قیام اللیل کی فضیلت وبرکت حاصل ہوتی ہے، اس لیے اس کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیے، اس نماز کی باجماعت ادائیگی کی بڑی اہمیت ہے، سہولت ہو تو پورا قرآن تراویح میں سنا جائے، یا سنایا جائے، البتہ قراءت قرآن میں ترتیل کی رعایت ضروری ہے، ایسی تیز رفتاری جس سے حروف کٹ جائیں اور حروف مخارج سے ادا نہ ہوں، غنہ، اخفا، مد غائب ہو جائے، یہ شریعت میں ممنوع ہے، اس لیے اس سے احتراز کرنا لازم ہے، پورا قرآن سننے کی سہولت نہ ہو تو سورہ تراویح پڑھ لی جائے، دعاؤں کا اہتمام کیا جائے، روایتوں میں آتا ہے کہ رمضان المبارک کی راتوں میں اللہ رب العزت سماء دنیا پر نزول فرما کر تین مرتبہ اپنے بندوں کو آواز لگاتے ہیں کہ کیا کوئی سوال کرنے والا ہے کہ میں اس کی حاجت پوری کروں، کیا کوئی توبہ کرنے والا ہے کہ میں اس کی توبہ قبول کروں، کیا کوئی مغفرت طلب کرنے والا ہے کہ میں اسے بخش دوں، (**بیهقی شعب الایمان ، رقم حدیث 3695**)

بقول اقبال: اللہ فرماتا ہے: ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں۔ جب مالک کائنات خود دینے کے لیے آواز لگا رہا ہو اور آپ گڑگڑا رہے ہوں تو حاجت روائی، توبہ کی قبولیت اور مغفرت میں کیا شبہ رہ جاتا ہے، رمضان المبارک کی راتوں کی قدر کیجئے، بدقسمتی ہے ہماری رمضان کی راتیں بھی سو کر گذر جاتی ہیں۔

مدارس پر لٹکتی تلوار

جن ریاستوں میں بی جے پی اقتدار میں ہے، وہاں سے مدارس کو بند کرنے، اس پر پابندی لگانے، جانچ بیٹھانے کی آوازیں اٹھتی رہی ہیں، اتر پردیش کی یوگی حکومت نے مدارس پر ان امور کا آغاز کیا تھا اور مسلسل جانچ کے باوجود معاندانہ ذہن رکھنے والے افسران کو بھی ملک مخالف مہم یا منی لانڈرنگ کا سراغ نہیں ملا تو یوگی جی کو خاموش ہو جانا پڑا، بات صرف یہ رہ گئی کہ نئے مدارس کو منظوری نہیں مل پا رہی ہے، اور رجسٹرڈ کرانے میں بھی دشواریوں کا سامنا ہے، لیکن دھیرے دھیرے یہ طوفان اتر پردیش میں تھمتا نظر آتا ہے، یہ وقتی بھی ہو سکتا ہے اور یوپی حکومت از سر نو کوئی شوشہ کھڑا کر دے، اس سے بھی انکار ممکن نہیں ہے۔

آسام کے وزیر اعلیٰ ہیمنت بسوا سرما مدارس کی دشمنی میں یوگی سے کہیں آگے بڑھ گیے ہیں، انہوں نے سال 2020 میں ایک متنازع قانون کے تحت حکومت کے ماتحت چلنے والے مدارس کو بند کر کے اسکول میں تبدیل کرنے کا اعلان کر دیا تھا، اور بعض جگہوں پر اس کا نفاذ بھی ہو گیا، کئی مدرسوں پر یہ کہہ کر بلڈوزر چلوا دیا کہ ان مدارس کی تعمیر غیر قانونی ہے، خود وزیر اعلیٰ کا اعلان ہے کہ ہم نے سرکاری امداد یافتہ مدارس کو اسکول میں تبدیل کر دیا اور اب تک وہ ریاست کے چھ سو مدرسوں کو بند کر چکے ہیں، باقی کو جلد ہی بند کر دیں گے، کیوں کہ انہیں مدرسہ نہیں، اسکول، کالج اور یونیورسیٹی چاہیے، اگر ان کی یہی خواہش ہے تو دوسری مذہبی اقلیتوں کے اداروں کو وہ بند کیوں نہیں کرواتے، اس کی ہمت ان کے اندر نہیں ہے، اس لیے وہ ساری بکواس مسلمانوں کے خلاف کرتے ہیں تا کہ 2024 کے پارلیمانی اور 2026 میں ہونے والے ریاستی انتخاب میں غیر مسلم رائے دہندگان کو متحد کیا جا سکے، آسام کے اکتیس (31) اضلاع میں سے نو (9) ضلع میں مسلمانوں کی آبادی پچاس فی صد سے زائد ہے، ریاست میں کل تین کروڑ ساٹھ لاکھ لوگ بستے ہیں، جن یں ایک کروڑ چالیس لاکھ مسلمان ہیں، آبادی کے مجموعی تناسب میں ان کی تعداد چالیس فی صد ہے، جو بڑی تعداد ہے اور یہ متحد ہو جائیں تو انتخاب پر اثر انداز ہو سکتے ہیں۔

ان ریاستوں کی دیکھا دیکھی کرناٹک کے وزیر اعلیٰ نے بھی اعلان کر دیا ہے کہ اگر آئندہ اسمبلی انتخاب میں ہم برسر اقتدار آئے تو مدارس کو بند کر دیں گے، گویا کہ دھیرے دھیرے مدارس کو بند کرنے کی مہم تیز ہو رہی ہے، ہمیں یہ بات سمجھنی چاہیے کہ یہ صرف مدارس پر حملہ نہیں ہے، بلکہ یہ ہمارے تعلیمی نظام اور تہذیب وثقافت پر حملہ ہے، دستور میں دیے گیے اقلیتوں کے بنیادی حقوق پر حملہ ہے، ہماری خاموشی ان کے حوصلوں کو بڑھا رہی ہے، ایسے میں ان حملوں سے نمٹنے کے لیے طریقہ کار اور میکانزم کی ضرورت ہے، سب سر جوڑ کر بیٹھیں تو شاید مسئلہ کا کوئی حل نکل سکے۔

خالصتان پھر سرخیوں میں

گولڈن ٹمپل کو خالصتان حامیوں سے پاک کرانے، خالصتان حامیوں کی بشمول بھنڈراوالے کی موت اور اندرا جی کی قربانی کے بعد خالصتان کی تحریک نے دم توڑ دیا تھا اور عام شہری یہ محسوس کر رہا تھا کہ الگ ملک بنانے کی یہ تحریک ختم ہو چکی ہے، طویل عرصہ سے اس معاملہ کا کوئی ذکر میڈیا میں بھی نہیں آرہا تھا، لیکن چند دن قبل پولیس نے خالصتان حامی امرت پال کے خلاف بڑا آپریشن کر کے اس تحریک کے زندہ ہونے کا عملی ثبوت پیش کر دیا ہے، پولیس نے جالندھر سے تینتیس (33) کلو میٹر دور ایک گاؤں سرہین میں امرت پال کو گھیرنے کی کوشش کی، اس کے تیرہ ساتھیوں کو گرفتار کر لیا، خبر آئی کہ امرت پال بھی پولیس کی گرفت میں آیا، لیکن بعد میں اس کی تردید آئی کہ وہ پولیس کے گھیرے کو توڑ کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا، پولس اس کا پیچھا کر رہی ہے، لیکن اب تک اس کی گرفتاری عمل میں نہیں آئی ہے، جالندھر کے پولیس کمشنر کلدیپ سنگھ چہل کے مطابق اسے بھگوڑا قرار دے دیا گیا ہے، امرت پال خالصتان حامی ہے اور اس نے ''وارث پنجاب دے'' نام سے ایک تنظیم بنا رکھی ہے، پولیس نے اس کی گرفتاری پر ماحول بگڑنے کے خطرے کے پیش نظر فلیگ مارچ کیا اور لوگوں سے اپیل کی ہے کہ وہ پر امن ماحول بنائے رکھنے میں حکومت اور پولیس کی مدد کریں، اس کا سب سے برا اثر برطانیہ میں ہوا، وہاں سکھ جوان جمع ہوئے، سفارت خانہ سے ہندوستان کا قومی پرچم اتار کر اسے پاؤں سے روندا اور اس کی توہین کی، ہندوستان نے وزارت خارجہ میں برطانیہ کے سفیر کو بلا کر تنبیہ کی، لیکن یہ معاملہ ابھی ٹھنڈا نہیں پڑا ہے، تاریخ بتاتی ہے کہ گولڈن ٹمپل پر حملہ کے بعد سکھ رجمنٹ کی ایک ٹکڑی نے بغاوت کر دیا تھا، اور اس وقت کی وزیر اعظم کے محافظ دستے کے دو سکھ جوان نے گولیوں سے اندرا گاندھی کو موت کی نیند سلا دیا تھا، پورے ہندوستان میں اس واقعہ کے بعد جو فسادات کی آندھی چلی تھی اس نے سکھوں کے خلاف قتل وغارت گری کا بڑا بازار گرم کر دیا تھا۔ اس لیے حکومت کو اس واقعہ کو ہلکے میں نہیں لینا چاہیے، ملک کی سلامتی اور سالمیت کا تقاضہ ہے کہ قانون کے دائرے میں سخت کارروائی کی جائے، ایسی کارروائی جس میں کوئی مجرم بچ کر نہ نکلے اور کسی بے قصور کو غیر ضروری طور پر ہراساں نہ کیا جائے۔

آنکھوں سے غائب ہو رہی نیندیں

نیند سے ہمارے جسم کو راحت ملتی ہے اور تکان دور ہوتی ہے، کام کرنے کی قوت میں اضافہ ہوتا ہے اور من میں فرحت ومسرت کا نفوذ ہوتا ہے، لیکن ایک سروے کے مطابق ۹ء۲ کروڑ ہندوستانیوں کو اچھی نیند نہ آنے کا شکوہ ہے، آنکھوں سے غائب ہو رہی نیندوں کے پیچھے اپنا ہی کیا دھرا کام کر رہا ہے، ذہنی تناؤ، رات کو دیر تک جاگنا اور سونے سے قبل دیر تک اسمارٹ فون پر آنکھ گڑا کر سوشل میڈیا پر مشغول رہنا اس کا برا سبب ہے، ایک تحقیق کے مطابق ہندوستان کے ۵۹/فی صد لوگ گیارہ بجے رات کے بعد ہی بستر پر جاتے ہیں اور ان میں سے اٹھاسی (۸۸) فی صد لوگ سونے سے قبل موبائل کا استعمال کرتے ہیں، اس سے نیند پر اثر پڑتا ہے اور بہت سارے لوگ کروٹ بدل بدل کر رات گذارنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

اس صورت حال کی وجہ سے میڈیکل سائنس نے ایک بڑا بازار نیند لانے اور گہری نیند سلانے کے لیے سجا لیا ہے، اس وقت صرف نیند لانے کے لیے جو سامان بازار میں دستیاب ہے وہ ۲۰۲۱ء میں ۳ء۴۷ بلین امیریکی ڈالر کا تھا، اندازہ ہے کہ ۲۰۳۰ء تک یہ مارکیٹ تقریبا ۹ء۱۲۴۷ ملین امریکی ڈالر تک پہونچ جائے گا، اور تب کہنا چاہیے کہ نیند آئے گی نہیں بلکہ خریدی جائے گی، ہمارے بچوں کو سلانے کے لیے مائیں، دادیاں، وغیرہ لوریاں سناتی تھیں اور بچہ ان لوریوں کو سن کر سو جاتا تھا، یہ لوریاں الگ الگ علاقوں میں الگ الگ ہوتی تھیں، ایک لوری بہت مشہور تھی'' آجو رے نینیا، بچے کو سلا دے، آدھی روٹی روز دیو ٹکری مہینہ، مسلم گھروں میں **حسبی ربی جل الله مافی قلبی غیر الله** پڑھ کر بچوں کو سلایا جاتا تھا، اب دادی، ماں وغیرہ کے پاس وقت نہیں ہے، اب میوزک نکال دی گئی ہے، جسے سن کر نیند کی آغوش میں انسان چلا جاتا ہے اسے لوفائی سلیپ میوزک کا نام دیا گیا ہے، دوائیاں، سلپنگ پیڈ، خواب آور پینٹس اور نیکر وغیرہ کی خریداری پر موٹی رقمیں خرچ کی جا رہی ہیں، اس کے باوجود رات آنکھوں آنکھوں میں کٹ جاتی ہے، اسلام میں سونے کا جو طریقہ بتایا گیا ہے کہ باوضو سویا جائے، دائیں کروٹ سویا جائے، ایک خاص ہیئت اختیار کیا جائے اور زبان کو ذکر اللہ سے تر رکھا جائے تا آں کہ آنکھوں میں نیند بھر آئے اور آپ سو جائیں، تجربہ یہ بھی بتاتا ہے کہ آنکھوں کو بند کر کے درود شریف پڑھنا شروع کر دیجئے، آپ کا تناؤ دور ہو گا اور آپ تیزی سے نیند کی آغوش میں چلے جائیں گے، آزما کر دیکھیے، کسی بھی دوا اور سائنسی آلات سے یہ زیادہ مفید اور کارگر ہے۔

یادوں کے چراغ : مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

پروفیسر ڈاکٹر منظر اعجاز

ڈاکٹر، پروفیسر سید محمد مظہر الحق قلمی نام منظر اعجاز اے این کالج، پٹنہ اور پاٹلی پترا یونیورسیٹی کے سابق صدر شعبہ اردو کا ۱۹/ مارچ ۲۰۲۳ء مطابق ۲۷/ شعبان المعظم ۱۴۴۴ھ بروز اتوار بوقت صبح کے تین بجے جگدیش اسپتال پٹنہ میں انتقال ہوگیا، کم وبیش اکہتر (71) سال عمر تھی، کورونا کے مریض ہو گئے تھے، اس سے بچ گیے، لیکن اعضاء وجوارح کمزور ہوتے چلے گیے، ۱۴/ جنوری ۲۰۲۳ء سے مستقل صاحب فراش تھے، اور بالآخر ملک الموت نے اپنا کام کر ڈالا، جنازہ کی نماز اسی دن بعد نماز عصر کنکر باغ میں ہوئی، مولانا دانش قاسمی امام کنکڑ باغ مسجد نے جنازہ کی امامت کی اور سیکڑوں سوگواروں کی موجودگی میں شاہ گنج قبرستان میں تدفین عمل میں آئی، پس ماندگان میں اہلیہ ناہید سلطانہ اور دو بیٹیاں فرخندہ اعجاز اور رخشندہ اعجاز ہیں، لڑکا کوئی نہیں تھا، وہ چار بھائی اور دو بہن تھے، وہ سید محمد عبد المنان، سید علی عباس کے بعد تیسرے نمبر پر تھے، سب سے چھوٹے بھائی کا نام سید محمد احسن ہے۔

پروفیسر منظر اعجاز کی ولادت ۱۲/ دسمبر ۱۹۵۳ء کو موجودہ ضلع ویشالی کے گاؤں ترکی رسول پور بھگوان پور ویشالی میں سید مقبول احمد (والد) اور سائرہ خاتون (والدہ) کے گھر ہوئی، ان کے مورث اعلیٰ مخدوم سید شاہ فیروز علی عرف ترک شاہ تھے، شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں ترکی رسول پور وایا بھگوان پور موجودہ ضلع ویشالی وارد ہوئے، شہنشاہ نے بہ لحاظ بزرگی وعظمت انہیں جاگیر عطا فرمائی تھی۔ (تذکرہ مسلم مشاہیر ویشالی صفحہ ۷۵ بحوالہ حدیقۃ الانساب جلد ۱/ ۲۳۵)

سلسلہ نسب ان کے دادا سید شاہ نعیم اللہ بن سید شاہ ولایت حسین بن دائم علی بن قائم علی بن نائم علی، بن لطف علی بن قاضی روشن علی کا ذکر آتا ہے، سید شاہ ولایت حسین عرف ابو جان ساتویں پشت میں ملک شاہ فیروز کے آتے تھے، ڈاکٹر منظر اعجاز کی نانی ہال بھی رسول پور ترکی تھی، ان کے نانا کا نام سید شاہ ولی اللہ تھا، دادا اور نانا دونوں حقیقی بھائی تھے، شادی بہار شریف ضلع نالندہ سید محمد صالح (م ۱۹۸۲) بن سید نور الحسن صاحب عرف نور محمد کی صاحب زادی ناہید سے اپریل ۱۹۸۶) میں ہوئی تھی، رسول پور ترکی گاؤں مظفر پور شہر سے چوبیس میل اور بھگوان پور ریلوے اسٹیشن سے دو میل کی دوری پر واقع ہے۔ آباؤ اجداد زمیندار تھے، اس لیے ناز ونعم میں پرورش ہوئی، ابتدائی تعلیم والدہ سے حاصل کرنے کے بعد قریب کے گاؤں بہاری کے پرائمری اسکول میں تعلیم پائی اور بھگوان پور اسکول سے مڈل اور ہائر سکنڈری کی تعلیم مکمل کی، امتحان کا سنٹر مظفر پور تھا اس لئے پہلی بار ۱۹۷۰ء کے آخر یا ۱۹۷۱ء کے اوائل میں مظفر پور وارد ہوئے اور کوئی چار ماہ مظفر پور میں قیام پذیر رہے، اسی دوران منظر اعجاز صاحب کی ملاقات ظفر عدیم سے ہوئی اور پھر دوستی اس قدر پکی ہوئی کہ ایک جان دو جسم ہو کر رہ گیے۔ ۱۹۷۲ء کے نصف آخر میں منظر اعجاز مستقل قیام کی غرض سے مظفر پور آئے، اور یہیں سے آئی اے، بی اے اور ایم اے اردو فارسی میں کیا، اقبال ان کے محبوب شاعر تھے، اس لیے پی اچ ڈی بہار یونیورسٹی مظفر پور سے کے لیے اقبال اور قومی یک جہتی کا انتخاب کیا اور پروفیسر قمر اعظم ہاشمی کی نگرانی میں مقالہ لکھ کر ۱۹۸۹ء میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی، اس طرح عنفوان شباب کے قیمتی مہ وسال انہوں نے مظفر پور کی نظر کی۔ ظفر عدیم کی صحبتوں سے پروفیسر منظر اعجاز کی صلاحیتیں پروان چڑھیں اور ان میں نکھار آیا، اپنے ایک مضمون، ظفر عدیم: شخص، عکس اور جہتیں میں منظر امام صاحب نے خود ہی اس کا اعتراض کیا ہے، لکھتے ہیں:

”سچی بات تو یہ ہے کہ عدیم صاحب کی صحبتیں راس آئیں اور شعر وادب کا ذوق جو مجھ میں عرصہ سے دبا دبا اور گھٹا گھٹا سا تھا، ابھرنے، نکھرنے اور پروان چڑھنے لگا“۔ (۸۲)

منظر اعجاز صاحب آگے بڑھتے رہے، انہوں نے تدریسی زندگی کا آغاز اس یو کالج ہلسہ نالندہ سے کیا، ۷۶-۱۹۹۱ء تک یہاں مقیم رہے، اس کے بعد اے این کالج پٹنہ چلے آئے، اور صدر شعبہ اردو کے منصب تک پہونچے، اور دسمبر ۲۰۱۸ء کو سبکدوش ہو گئے، اے ان کالج کے بعد صرف سوا ماہ تک وہ پاٹلی پترا یونیورسٹی کے صدر شعبہ اردو رہے ادھر کچھ دنوں سے ان پر ضعف کا غلبہ تھا، اس کے باوجود ادبی مجلسوں میں کسی کے سہارے پہونچ جاتے تھے، یہ ان کی ادبی دلچسپی کی بات تھی، ورنہ قوی سفر کے قابل نہیں رہ گیے تھے۔ ان کی رہائش گاہ پی سی کالونی کنکر باغ پٹنہ میں تھی۔

جہاں تک ان کی ادبی صلاحیتوں کا تعلق ہے، پوری اردو دنیا ان کے مطالعہ کی گہرائی اور گیرائی کی قائل تھی، ان کی ادبی تحریروں اور تقریروں کو بڑی قدر ومنزلت کی نگاہ سے پڑھا اور سنا جاتا تھا، ان کی تحریر اور تقریر میں ایجاز کا گذر نہیں تھا، انہیں باتوں کے پھیلانے کا ہنر آتا تھا، اور وہ پورے بسط وکشاد کے ساتھ اپنی باتیں رکھنے کے قائل تھے، ان کی یادداشت بہت مضبوط تھی، برسوں پہلے پڑھی یا سنی ہوئی بات ان کے حافظہ کے گرفت میں ہوتی اور حسب موقع اس کے استعمال پر وہ قادر تھے۔ تصنیف وتالیف کا اللہ رب العزت نے خصوصی ملکہ عطا فرمایا، تجزیہ کی صلاحیت بھی مضبوط تھی، ان کی کتابیں شخصیات وانتقادیات، فراق اور غزل کا اسلوب، اقبال اور قومی یک جہتی، ظفر عدیم ایک سخن ساز اور معاصر غزل کا منظر نامہ، نئی غزل میں تلمیح کی معنویت، متن سے مکالمہ، قومی وطنی شاعری کا منظر نامہ، انعکاس میں مظفر پور کا فراق نمبر، اقبال-عصری تناظر، فیض احمد فیض اور صلیبیں میرے دریچے میں، اعجاز نظر، ورق ورق اجالا (مجموعہ غزل) فراق اور غزل کا اسلوب، تجزیاتی مطالعے، وہاب اشرفی: نقاد اور تخلیق کار، ظفر عدیم کا نثری تخلیقی وجدان، تجزیہ اور تخلیقی تجربہ، چند جاسوسی اور معاشرتی ناول فراق، سوائے شاعری وغیرہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں، ان کتابوں سے ان کے مطالعہ کی وسعت علم وادب پر محنت اور ان کی قوت اخذ وعطا کا پتہ چلتا ہے، ان میں زیادہ تر کتابیں تجزیہ وتنقید سے تعلق رکھتی ہیں۔

میرا ڈاکٹر منظر اعجاز صاحب سے تعلق انتہائی قدیم تھا اب تو مہہ وسال یاد بھی نہیں رہے، جب میں نے داغ کے شاگرد عبد اللطیف اوج کے دیوان کو ایک صاحب کے بکس سے نکلوا کر مرتب کیا اور شائع ہوئی تو اس کے اجراء کی تقریب میں بہ نفس نفیس مہوا تشریف لے گئے تبصرہ لکھا اور مجمع کو پڑھ کر سنایا اور کئی جگہ چھپوایا، ان سے میری آخری ملاقات ۳/ دسمبر ۲۰۲۲ء کو گورنمنٹ اردو لائبریری میں ہوئی تھی، ہم لوگ سلطان شمسی کے شعری مجموعہ کے اجراء کی تقریب میں شریک تھے، انہوں نے اس موقع سے خطاب فرمایا تھا، ایسی علمی وادبی شخصیت کا رخصت ہو جانا علم وادب کی دنیا کا بڑا نقصان ہے۔ اللہ مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل دے آمین

کتابوں کی دنیا : ایڈیٹر کے قلم سے

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

شرعی زندگی حصہ سوم

شاہ انظار کریم فریدی چک بہاؤ الدین ضلع سمستی پور کے رہنے والے ہیں، مشغلہ ایمس دہلی میں لیب ٹیکنیشین کا ہے، اسلامی تحریکات سے متاثر ہیں، اپنی زندگی میں اسلام کو پورے طور پر برتتے ہیں، اور دوسروں کو بھی اس دائرہ میں لا کر اپنے اور دوسروں کے لیے اخروی سرخروئی کا ذریعہ بننا چاہتے ہیں، اپنی رہائش کے قریب زید پور ایکسٹنشن حصہ ۲، بدر پور نئی دہلی میں دینی مکتب چلاتے ہیں اور ڈیوٹی کے بعد جو وقت بچتا ہے اس کو دینی تعلیم کی ترویج واشاعت میں صرف کرتے ہیں، ظاہری وضع قطع بھی درست ہے، چہرے پر داڑھی اس طرح دراز اور گھنی ہے کہ بادی النظر میں کسی شیخ وقت کا گمان ہوتا ہے۔

شرعی زندگی حصہ سوم حقوق اللہ اور حقوق العباد سے متعلق ہے، شروع کے دو حصہ میں کیا ہے اس کا علم مجھے نہیں، کتاب کے صفحات دو سو بہتر ہیں اور قیمت ایک سو پچاس روپے ہے جو آج کل اردو کتابوں پر درج قیمت کے اعتبار سے کم ہے، آج کل فی صفحہ ایک روپیہ قیمت رکھنے کا مزاج بن گیا ہے، یوں بھی اردو کتابوں کے قاری کی تعداد بھی کم ہے اور ان کی قوت خرید اس سے بھی کم تر، شاہ انظار کریم فریدی نے قیمت اس لیے کم رکھی ہے تاکہ وہ زیادہ لوگوں تک پہونچ سکے اور اس کا فائدہ عام وتام ہو، اس کتاب کی ترتیب میں مولانا انظر خان قاسمی نے ان کی معاونت کی ہے اور ان کا نام بھی سرورق پر درج ہے۔

پیش لفظ میں مصنف نے اپنی علمی صلاحیت اور اس کتاب کے بارے میں لکھا ہے کہ ”نہ میری علمی صلاحیت کا کوئی معیار ہے اور نہ ہی میری کوشش اس انداز کی ہے، جس سے مجھے یقین ہو کہ اس کتاب یعنی شرعی زندگی حصہ سوم سے قوم کو کچھ فائدہ حاصل ہوگا، مصنف جہالت کی تاریکی میں ایک شمع جلا کر اپنی حصہ داری ادا کرنا چاہتے ہیں اور جہالت نیز عقائد باطلہ، رسوم وشرک وبدعات کی مخالفت کرنے والوں میں شامل ہونا چاہتے ہیں، لکھتے ہیں:

”میں بھی اللہ کے دین کو غالب کرنے کی کوشش میں قریہ قریہ، شہر شہر اس کتاب کی روشنی کو پھیلانا چاہتا ہوں، جس سے قوم کے بچے اور بڑوں کے ایمان کی حفاظت ہو سکے اور لوگوں کو ارتداد سے بچانا آسان ہو جائے۔“

کتاب کا آغاز اللہ کی وحدانیت اور اس کی قدرت سے کیا گیا ہے، پھر اسلام، ایمان، کفر، شرک وبدعات اللہ کے نظام میں فرشتوں کا کردار، قرب قیامت کی علامتیں، جنت ودوزخ، طہارت، نماز کی اہمیت وفضیلت، احکام نیت، رمضان، زکوۃ، حج قربانی وغیرہ پر روشنی ڈالی گئی ہے، حقوق العباد کے ضمن میں والدین، رشتہ داروں، پڑوسیوں، ضرورت مندوں کے حقوق پر قلم بند کیے گیے ہیں، شراب نوشی کے دینی ودنیوی نقصانات پر بھی گفتگو کی گئی ہے، حقیقت جن، تعویز، گنڈے، صبح وشام کے اذکار پر بھی اچھی گفتگو شامل کتاب ہے۔

شاہ انظار کریم فریدی کی اس کتاب کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اندر اصلاح کا جوش وجذبہ پورے طور پر موج زن ہے، وہ شریعت کے احکام بلا واسطہ نصوص سے اخذ نہیں کر سکتے، اس لیے ان کے مطالعہ کا مرکز ومحور زیادہ تر ان موضوعات پر لکھی اردو کتابیں رہی ہیں، قرآن کے تراجم سے انہوں نے بھرپور فائدہ اٹھایا ہے، آیات واحادیث کے حوالہ کا اہتمام تو کیا ہے، لیکن اس میں جدید انداز کو نہیں برتا ہے، کتابوں کا نام لکھ دینا ہی کافی نہیں ہے، اس کے باب اور احادیث کے نمبرات کا اندراج بھی ضروری ہے، بلکہ اس قسم کی کتابوں میں میرا نقطۂ نظریہ ہے کہ آیات قرآنی اور حادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اصل متن، عربی عبارت مع اعراب کے درج کرنا چاہیے، اس سے دو فائدے ہیں، ایک تو یہ کہ قاری کا ذہن مطمئن ہو کہ یہ فلاں کتاب سے ماخوذ ہے، ہوا میں تیر نہیں چلایا گیا ہے، دوسرے اگر قاری ان آیات واحادیث کو یاد کرنا چاہے تو اسے عربی عبارت کے یاد کرنے میں دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے، تجربہ سے یہ بات معلوم ہے کہ اردو ترجمہ حافظہ کی گرفت سے جلد نکل جاتا ہے اور عربی عبارتیں ایک بار یاد کر لی جائیں تو مدتوں ذہن کے نہاں خانے میں محفوظ ہو جاتی ہیں، مصنف نے کہیں کہیں اس کا التزام کیا ہے، لیکن یہ کم ہے، شاید کتاب کی ضخامت کو کم کرنے کے لیے انہوں نے ایسا کیا ہے، یا پھر وہ قاری کے ذہن کو حوالہ دے کر بوجھل نہیں کرنا چاہتے، حوالوں کی کثرت سے مطالعہ کا تسلسل ٹوٹتا ہے، لیکن بہر کیف حوالوں کی اہمیت اور افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ دوسری کمی اس کتاب میں مضامین کی ترتیب کی ہے، شاہ انظار کریم فریدی کے حاصل مطالعہ کو مولانا انظر خان قاسمی کی صحیح معاونت مل جاتی تو مندرجات کے اعتبار سے اسے زیادہ مفید بنایا جا سکتا تھا، اس کتاب میں نہ حقوق اللہ کی درجہ بندی ہے اور نہ حقوق العباد کی، کیف ما اتفق قدیم بیاض کے انداز میں مضامین کا اندراج کر دیا گیا ہے، چاہیے تو یہ تھا کہ پہلے حقوق اللہ کے عنوانات کی فہرست ہوتی، پھر حقوق العباد کی درجہ بندی کی جاتی، اس طرح حقوق اللہ اور حقوق العباد کے حوالہ سے جو بہت ساری چیزیں رہ گئیں، وہ بھی کتاب کا حصہ بن جاتیں۔

کتاب میں پروف کی اغلاط بھی کافی ہیں، ان پر سخت محنت کی ضرورت ہے، یقیناً کتابوں میں غلطیاں رہ جاتی ہیں، لیکن اس قدر نہیں کہ ہر صفحہ میں دو چار اغلاط نکل آئیں، اس سے کبھی تو معنی تک پہونچنا ممکن نہیں رہتا اور کبھی دشوار تر ہو جاتا ہے، اس لیے اس طرف توجہ کی بھی خاص ضرورت تھی۔

کتاب کے مندرجات مفید ہیں، لوگوں میں بیداری پیدا کرنے کے لیے اس کی اشاعت کا جذبہ نیک ہے، شاہ انظار کریم فریدی سے میری کئی ملاقاتیں رہی ہیں، میں انہیں مخلص سمجھتا ہوں اور بھٹکے ہوئے آہو کو سوئے حرم لے جانے کی ان کی جد وجہد کو پسند کرتا ہوں، ان کی کوششوں کی قدر کرتا ہوں، جو باتیں لکھی گئیں وہ اس کتاب کی قدر وقیمت کو کم کرنے کے لیے نہیں ہیں، بلکہ اسے مزید مفید اور کارآمد بنانے کے لیے ہیں۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کے فائدہ کو عام وتام فرمائے اور جن مقاصد کے لیے اسے ترتیب دیا گیا ہے اس کی تکمیل میں معاون بنائے اور مصنف کو ان کے اخلاص، محنت، جد وجہد اور لوگوں کو دین تک لانے کی مہم کا بہترین اجر عطا فرمائے، آمیں یا رب العالمین

حکایات اہل دل

قطب الاقطاب
شیخ قطب الدین بختیار کاکی رح

سلطان شمس الدین التمش کے دور حکومت میں سرزمین دہلی شیخ قطب الدین کاکیؒ کی تشریف آوری سے فیض یاب ہوئی، یہ شخصیت ایک ایسے مینار نور کے مصداق تھی جس سے سالکین گھٹا ٹوپ رات کی تاریکی میں روشنی حاصل کرتے اور راہ یاب ہوتے تھے۔اور وہ محض عام انسانوں کے لیے ہی روشنی کا مینار نہ تھے، بلکہ ان کی یہ فیض رسانی امراء وسلاطین، بادشاہوں اور فرماں رواؤں تک عام تھی۔

اور بغیر کسی فرق وامتیاز کے ہر خاص وعام اس مشکوۃ نبوت سے فیض یاب ہوتا تھا، اس لیے کہ عرصہ تک تاریکی میں رہنے کے بعد ہر کس وناکس روشنی وتابانی کا بے صبری سے منتظر تھا اور مسلسل تاریکی کی وجہ سے ہر فرد وبشر روشنی کی پو پھٹے کا شدت سے مشتاق وآرزومند تھا۔

جس قوت سے شیخ معین الدین چشتیؒ اجمیر میں فلاح وہدایت کی صدا پرزور بلند کر رہے تھے اور تاریک دلوں کو ایمان ومعرفت اور محبت وعشق کے نور سے منور کر رہے تھے۔اس وقت شیخ قطب الدین کاکیؒ دہلی کی سرزمین میں ایمان ومعرفت کے بیج بو رہے تھے اور لوگوں کے دلوں میں ایمان ومعرفت کا نور بھر رہے تھے اور بھٹکے ہوئے لوگوں کو امن وسلامتی کے راستہ سے ہم کنار کر رہے تھے۔انہوں نے کتنے دلوں کو نور ایمان سے روشن ومنور کر دیا اور کتنی مخلوق کو اللہ عزوجل کی معرفت سے صیقل وشفاف کر دیا اور کتنے ہی غافل ذہنوں کو ایمان ویقین کے لیے کھول دیا۔

شیخ قطب الدین کاکیؒ کا شمار بہت بڑے خاصان خدا اور اولیاء اللہ میں ہوتا ہے، ان کو شیخ معین الدین چشتیؒ نے محض بیس سال کی چھوٹی سی عمر میں ہی خلعت اجازت سے سرفراز کیا تھا، اس لیے وہ جسم وجان سے خدا تعالیٰ کے لیے یکسو ہو گئے اور انہوں نے اپنی پوری زندگی لوگوں کو دعوت الی اللہ کے لیے وقف کر دی۔ایمان ویقین اور تقویٰ جیسی عظیم بنیادوں پر لوگوں کی تربیت کی، جس کے نتیجہ میں ایک ایسی مسلمان نسل وجود میں آئی جو داعی اسلام تھی، جس نے خود کو عبادت وریاضت کے لیے کھپا دیا اور اسلام کے پیغام کو عام کرنے کے لیے اور معاشرہ میں شریعت اسلامیہ کے نفاذ کے لیے تن من کی بازی لگا دی۔

شیخ قطب الدین کاکیؒ ماوراءالنہر کے حدود میں فرغانہ کے اطراف میں واقع شہر اوش میں پیدا ہوئے، ڈیڑھ سال کی عمر میں ہی ان کے والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔اس لیے وہ اپنے والد کمال الدین کاکی کی سرپرستی اور دست شفقت سے محروم ہو گئے۔ پانچ سال کی عمر میں مدرسہ میں داخل ہوئے اور شیخ ابوحفص معلم اوشی سے پڑھنا شروع کیا، اس کے بعد بغداد گئے، وہاں ان کی فقیہ ابواللیث سمرقندی کی مسجد میں شیخ معین الدین چشتیؒ سے ملاقات ہوگئی، ایک عرصہ تک انہیں کی صحبت میں رہے۔ چنانچہ شیخ نے ان کو خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا، اللہ تعالیٰ نے انکے لیے یہ مقدر کیا تھا کہ وہ اپنے ملک سے ہندوستان ہجرت کریں اور اسی کو اپنا مسکن ومدفن بنائیں، چنانچہ انہوں نے اپنے اہل وعیال اور مال واسباب کو چھوڑ کر ہندوستان کا رخ کیا، ان کی یہ ہجرت فتنہ تاتار کے برپا ہونے کے وقت ہوئی۔ یہ فتنہ عالم اسلام کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیلا ہوا تھا، جس کو سن کر روح کانپ جاتی ہے، جس میں ایک انسانی ریوڑ (بھیڑ) ساری اسلامی آبادی کو نیست ونابود کیے دے رہی تھی۔ شاید یہی فتنہ تاتار ان کی اپنے وطن سے ہجرت کا باعث بنا، ہندوستان میں اس وقت ایک زیرک، مدبر اور خوش خصال نوجوان مسلمان بادشاہ حکمراں تھا، اس نے علماء وحکماء کی خدمت اور ہندوستان میں دین حنیف کی اشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا، یعنی سلطان شمس الدین التمش، لیکن ان کی اس ہجرت کا اصل محرک ہندوستان میں شیخ معین الدین چشتیؒ کی موجودگی تھی، جب وہ دہلی پہنچے تو ان کے علم ومعرفت اور زہد وتقویٰ کی علامتوں کی وجہ سے اہالیان دہلی نے ان کی قدر کی اور وہ ان پر ٹوٹ پڑے اور ان کی دہلی میں بڑی پذیرائی ہوئی۔

ان کے مریدین ومحبین کی ایک بڑی جماعت ان کے پاس اکٹھی ہوئی اور مسلمانوں کے اندر ان کی مقبولیت میں روز بروز اضافہ ہونے لگا، یہاں تک کہ اس زمانہ کے ایک ولی کامل اور بزرگ شیخ الاسلام نجم الدین، جو دہلی میں قیام پذیر تھے، انہوں نے اس کو محسوس کر لیا اور جب شیخ معین الدین چشتیؒ اپنے شاگرد ومرید شیخ قطب الدین سے ملاقات کے لیے دہلی تشریف لائے تو شیخ الاسلام نے ان سے شیخ قطب الدین کی شکایت کر دی، شیخ معین الدین چشتیؒ نے ان سے دہلی سے اجمیر چلے جانے کا مطالبہ کیا۔ جہاں وہ خود لوگوں کی ہدایت وراہ نمائی کے لیے سرگرم تھے اور فرمایا کہ میں آپ کے لئے ایک خادم وفرماں بردار کی حیثیت سے رہوں گا اور ہر آن اور لمحہ آپ کی خدمت کے لیے تیار رہا کروں گا۔

یہ الفاظ اس دور کے علماء ومشائخ کے قافلہ سالار اور عارفین وسالکین کے امام خواجہ اجمیریؒ نے اپنے شاگرد ومرید شیخ قطب الدینؒ کے سامنے کہے، نہ انہوں نے اپنے خادمانہ جذبات کے اظہار اور ایک شاگرد رشید کی ان کی خدمت کرنے میں کوئی عار محسوس کی۔اور نہ ہی ان کے سامنے اس انکساری سے انہیں ندامت ہوئی، اس لیے کہ وہ احسان و معرفت کے بلند مرتبہ پر فائز تھے اور اس میں ندامت وشرمندگی کی بات ہی کیا تھی، ان کے نزدیک ان کا ایک مرید درجات میں کافی آگے بڑھ چکا تھا۔اور علم ومعرفت اور ولایت وسلوک کے میدان میں اس نے اپنی فتح مندی کا علم بلند کر دیا تھا اور ایک منکسر ومتواضع شخص ہونے کی وجہ سے وہ اپنے عجز وضعف کا اظہار کیوں نہ کرتے؟ وہ تو نفس کی پیروی سے بے پرواہ، ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور اس کی قبولیت کی میزان میں ہر چیز تولتے تھے، انہوں نے شیخ قطب الدین کی شخصیت میں وہ شاگرد دیکھا تھا۔جس کو انہوں نے سلوک ومعرفت کے مبادی سکھائے تھے اور مسجد ابولیث سمرقندی میں اپنی بصیرت اور معرفت کی بنیاد پر ان کو اجازت عطا کی تھی اور انہوں نے اس کو اپنے منصب سے بڑھ کر منصب والا پایا تھا اور اس کو دین کی خدمت اور اشاعت اسلام کے لیے ہر طرح سے یکسو اور فارغ پایا تھا، اس لیے وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی وجہ سے شیخ الاسلام نجم الدین کو تکلیف ہو، وہ عارفین اور سالکین کی جماعت میں ادنی اختلاف بھی پسند نہ کرتے تھے، اس لیے کہ اس کا اثر براہ راست معاشرہ وحالات پر پڑتا ہے۔شیخ معین الدین چشتیؒ نے اس سلسلہ میں فراست سے کام لیا۔اور شیخ قطب الدین کو شیخ الاسلام کی شکایت سے باخبر نہ ہونے دیا کہ اس سے انہیں تکلیف ہوتی اور وہ رنجیدہ خاطر ہوتے۔

لیکن ذرا شیخ قطب الدین کی ہوش مندی اور سعادت مندی دیکھیے، انہوں نے دہلی سے اجمیر جانے اور ان کی خدمت کے لیے اپنے استاذ کی آمادگی کے بارے میں عرض کیا۔ پیر ومرشد! میری حیثیت تو یہ ہے کہ میں پاس بیٹھنا تو در کنار آپ کے سامنے کھڑے ہونے کے لائق بھی نہیں۔اس پر شیخ معین الدین چشتیؒ نے اجمیر چلنے کا حکم دیا، انہوں نے اس حکم کی پیروی کی اور اپنے شیخ کے ساتھ چل پڑے لیکن صورت حال یہ تھی کہ ان کے نکلتے ہی دہلی پر قیامت ٹوٹ پڑی، لوگوں کی آہ وبکا کی صدائیں آسمان ڈھائے دے رہی تھیں اور سرزمین دہلی شیخ قطب الدین کے حجرے سے ماتم کناں تھی، خلق خدا ان کے پیچھے پیچھے چل پڑی اور انہیں میں ان کا بادشاہ شمس الدین التمش بھی اس درویش کی دہلی واپسی کے لیے آرزومند تھا، دہلی ان کے غم میں آنسو بہا رہی تھی اور پورا شہر غم زدہ اور فراق یار میں نم وہ ان کے فراق کے صدمہ کو برداشت نہ کر سکیں گے، تو سمجھ گئے کہ یہ خدا کی طرف سے اشارہ ہے، انہوں نے شیخ قطب الدینؒ کو یہ فرماتے ہوئے دہلی واپس کر دیا۔

اے شیخ بختیار! تم جہاں سے آئے ہو، وہیں چلے جاؤ اور وہاں رہو، اس لیے کہ تمہارے فراق سے مخلوق کا برا حال ہوا جاتا ہے، اس لیے اتنے دلوں کو اذیت دینا اور ان کو رنجیدہ کرنا میرے لیے جائز نہیں ہے۔تم واپس چلے جاؤ میں نے دہلی شہر تمہاری ولایت اور خدمت میں دے دیا۔

لوگوں نے، خاص طور سے بادشاہ نے شیخ معین الدینؒ کے اس احسان کا شکریہ ادا کیا، شیخ خود اجمیر چلے گئے اور شیخ قطب الدین دہلی واپس آئے اور پھر لوگوں کو فیض پہنچانے اور ارشاد وہدایت اور کلمہ اسلام کو بلند کرنے میں مصروف ہو گئے اور وہاں کے بادشاہ سے بے نیاز ہو کر خدا کی عطا کردہ محبوبیت ومقبولیت کے ساتھ انہوں نے دین اسلام کی خدمت کی، ہر فرد وبشر نے، خواہ امیر ہو یا غریب، سب نے فائدہ اٹھایا اور ان سے دین کی تعلیم حاصل کی۔شیخ عبدالحق محدث دہلوی ''اخبار الاخیار'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''انہوں نے پوری زندگی اہتمام دعوت میں بسر کی اور علماء وامراء اور ائمہ کرام ان کے لیے دست بدعا ہوتے تھے، سلطان شمس الدین التمش جس کا اپنے زمانہ کے عظیم شہنشاہوں میں شمار ہوتا تھا اور اس نے پورے ہندوستان کو زیرنگیں کر لیا تھا، اس کا بھی یہ حال تھا کہ وہ شیخ قطب الدینؒ سے اجازت طلب کرتا اور ان کی درویشانہ خانقاہ میں داخل ہوتا اور ایک متواضع اور فرماں بردار شخص کی طرح ان کو سلام کرتا، ان کے قریب جاتا، خدمت کرتا اور خوب روتا تھا، یہاں تک کہ شیخ اس کے لیے دعا کرتے اور اس کو واپس ہونے کا حکم دیتے، اس دور میں جیسا کہ دہلی میں اساتذہ وشیوخ اور علمائے کرام کا جم غفیر تھا، دعوت اسلامی کے میدان میں دعوت وتجدید کا عمل ایک مشکل اور دشوار کام تھا اور تعلیم وتربیت کا عمل تو اس سے بھی مشکل تھا اور بغیر کسی جاہ اور اعلیٰ سے منصب کی خواہش اور مال ودولت کی طمع کے نومولود اسلامی سلطنت کی راہ نمائی ایک بڑا کام تھا اور اس میں اس کا لحاظ بھی ضروری تھا کہ علماء ومشائخ کی صفوں میں کوئی اختلاف وناگواری نہ واقع ہو، ان کا اتحاد ویکسانیت برقرار رہے اور اس طرح کے کام کے لیے سب کے ساتھ ان سب کو متحد رکھنے کا ارادہ تھا، لیکن شیخ خواجہ معین الدین چشتیؒ نے اس کے لیے جو طریق کار اختیار کیا اس نے سب کو متحد رکھا اور سب کے دلوں میں خدمت اسلام کا جذبہ موج زن کر دیا۔ان کے مرید وخلیفہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے بھی اس طریق کار کو اختیار کر کے ہندوستان میں مخلص داعیوں کی ایک پوری جماعت تیار کر دی۔اور خواجہ معین الدین چشتیؒ کے لگائے ہوئے سلسلے چشتیہ کے پودے کو تناور درخت بنا دیا۔اور اس کے ذریعہ خاص دینی، دعوتی خدمات انجام پائیں۔''

اور انہوں نے بڑی حد تک دعوت وارشاد کی ذمہ داریاں پوری کر دیں۔

اگر شیخ قطب الدینؒ کو مہلت ملتی اور اپنے پیر ومرشد کے بعد زیادہ دن زندہ رہتے تو یقیناً ان کے دینی اور دعوتی کارنامے اور ان کے ذریعہ تیار کیے گئے، مرشدین اور داعیوں کی مقدار دوگنی ہوتی۔لیکن پچاس یا اس سے کچھ زائد سال کی مختصر مدت میں ان کا انتقال ہو گیا۔

انہوں نے اپنے علمی اور دعوتی کاموں کا جانشیں بابا فریدالدین اجودھیؒ کو مقرر کیا، جنہیں بجا طور پر ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کا مجدد اور تکمیل کرنے والا کہا جاتا ہے۔(**از: مولانا سعید الرحمن اعظمی**)

خواجہ معین الدین چشتیؒ نے دہلی میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کو اپنا خلیفہ بنایا اور خود اجمیر میں تبلیغ وارشاد اور تعلیم وتربیت اور مشغولیت میں اپنی زندگی بسر کی، لوگ ان کے ہاتھ پر جوق درجوق اسلام میں داخل ہوئے اور بہت سے بندگان خدا نے ان سے ایمان واحسان کی دولت پائی، مسلسل پچاس سال سے زیادہ عرصہ تک اسلام کی اشاعت اور اہل قلوب کی تعلیم وتربیت اور تلاش حق میں سرگرم اور مشغول رہے اور نوے سال کی عمر میں ۶۳۳ھ میں اس وقت رحلت فرمالی جب ہندوستان میں ان کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا جڑ پکڑ چکا تھا اور دارالحکومت دہلی میں ان کا جانشین اور تربیت یافتہ شیخ وقت (خواجہ قطب الدین بختیار کاکی) ارشاد وہدایت کے کام میں سرگرم ومنہمک تھا اور ان کا عقیدت مند وحلقہ بگوش سلطان شمس الدین التمش اسلامی حکومت کی توسیع واستحکام اور عدل گستری وخلق پروری میں مصروف تھا۔

رمضان المبارک کے شب و روز

مولانا محمد شبلی القاسمی قائم مقام ناظم امارت شرعیہ

رمضان المبارک کا مقدس مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے، ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ساری انسانیت کے لیے اس ماہ کو خیر و برکت کا ذریعہ بنائیں: یہ مہینہ قرآن کریم کے نزول کا مہینہ ہے، جو ساری انسانیت کے لیے سراپا ہدایت اور رحمت ہے، جسے اللہ نے اپنے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا، اس ماہ میں مسلمانوں کو قرآن پاک کی تلاوت، تراویح کے اہتمام کے ساتھ قرآنی تعلیمات و ہدایات پر عمل کرنے کا عہد بھی کرنا چاہئے۔ اسی طرح قرآن کریم کے ادارے اور تعلیم گاہوں کے قیام کی طرف توجہ دینی چاہئے۔

یہ مہینہ دوسرے مہینوں کے مقابلہ میں سب سے افضل ہے، اور خصوصی انعام کا ہے، جس میں ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی بے شمار انوار و تجلیات کا ظہور ہوتا رہتا ہے اور انعام و اکرام کی خاص بارش ہوتی ہے، نفل عبادتوں کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا ثواب ستر گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔ گویا کہ یہ مہینہ سراپا خیر و برکت کا ہے۔ اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ سرکش شیاطین کو قید کر کے بندوں کو یکسوئی سے عبادت میں مشغول رہنے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔ ہر آن اللہ کی رحمتوں سے دامن کو بھرنے کا موقع ملتا ہے، روزہ، تراویح، اعتکاف، تہجد، تلاوت قرآن، شب قدر، افطار و سحر ہر ایک کی فضیلت احادیث میں کثرت سے بیان کی گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان کے مہینہ کے تین عشرے اللہ تعالیٰ کے تین مختلف انعام کے ہیں، پہلا عشرہ رحمت کا ہے، دوسرا عشرہ مغفرت کا اور تیسرا عشرہ جہنم سے خلاصی کا ہے۔ اس ماہ کی سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم جیسی مقدس کتاب اس ماہ میں نازل کی، جس میں ساری کائنات کا خیر اور تمام انسانیت کی ہدایت موجود ہے۔

اس ماہ کرنے کے کام:

اس ماہ خاص طور پر مندرجہ ذیل کاموں کا اہتمام کرنا چاہئے۔

1۔ چاند دیکھنے کا اہتمام: روزہ کے شروع ہونے اور ختم ہونے کا دار و مدار چاند کی رویئت پر ہے۔ اور چاند کا دیکھنا اسلامی شعار میں سے ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینہ کی انتیس تاریخ کو چاند دیکھنے کا اہتمام کیا کرتے تھے اور صحابہ کو اس کی تلقین کرتے تھے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تم چاند دیکھ لو تو روزہ رکھو، اور چاند دیکھ کر ہی روزہ توڑا کرو، اور اگر چاند بادل کی وجہ سے مشتبہ ہو جائے تو تیس دن کی تعداد پوری کرو۔“ (بخاری و مسلم)

اس لیے مسلمانوں کے لیے لازم ہے کہ ہر مہینہ کی انتیس تاریخ خاص طور پر انتیس شعبان کو رمضان المبارک کا چاند دیکھنے کا اہتمام کریں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نیا چاند دیکھنے کے وقت مندرجہ ذیل دعا پڑھنا ثابت ہے اس لیے اس کے پڑھنے کا اہتمام کریں: عن طلحة بن عبيد الله رضی الله عنه ان النبی صلی الله عليه وسلم كانَ اذا رأى الهلالَ، قال: ”اللّٰهُمَّ أهِلَّهُ علينا بالامْن والايمان، وَالسَّلامَةِ وَالْسلامِ، ربِّى وربُّكَ اللهُ، هِلالُ رُشْدٍ وخيرٍ.“ (رواه الترمذی واحمد والدارمی)

طلحہ بن عبیداللہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب چاند دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے تھے ”اے اللہ! اس چاند کو ہم پر، امن اور ایمان اور سلامتی اور اسلام کے ساتھ طلوع فرما۔ (اے چاند!) میرا اور تیرا رب اللہ ہی ہے۔ اے اللہ! یہ ہدایت اور بھلائی کا چاند ہو۔

2۔ تراویح: جیسے ہی رمضان المبارک کا چاند نظر آ جائے، اسی وقت سے رمضان المبارک کی اہم عبادتیں شروع ہو جاتی ہیں، رمضان المبارک کی عبادتوں میں خاص عبادت تراویح اور قیام اللیل ہے۔ بیس رکعت نماز تراویح سنت موکدہ ہے، جو بندوں کو اپنے رب سے قریب کرنے میں خاص تاثیر رکھتی ہے۔ فرائض و سنن کے علاوہ اس مخصوص نماز کی بیس رکعتوں میں چالیس سجدوں کا اضافہ اور ان کے درمیان دعاؤں کا اہتمام، اور نماز کی حالت میں قرآن کریم کا پڑھنا اور سننا اللہ تعالیٰ کا عظیم تحفہ ہے، جو لوگ عبادتوں کی لذت اور قرآن کریم کی عظمت اور تراویح کی نماز کے ذریعہ رب تعالیٰ کی قربت چاہتے ہیں، وہ اس نماز کا خاص اہتمام پورے مہینے کریں۔ یہ جان لینا چاہیئے کہ تراویح کی نماز پورے مہینے پڑھنا مسنون ہے، ایک قرآن ختم کرنا الگ سنت ہے اور پورے ماہ تراویح کا اہتمام کرنا الگ سنت ہے۔ بہت سے لوگ جلدی جلدی میں چند دنوں میں ایک ختم قرآن کر کے تراویح کی نماز سے اپنے آپ کو دور کر لیتے ہیں اور دوسری سنت کی ادائیگی سے محروم رہ جاتے ہیں۔ جو کسی بھی حال میں مناسب نہیں ہے۔

3۔ روزہ: اس ماہ کی سب سے اہم اور بڑی عبادت روزہ کی ہے۔ جسے اللہ نے تمام عاقل بالغ اور صحت مند مرد و عورت پر فرض کیا ہے۔ روزہ کا مقصد تقویٰ و پرہیز گاری پیدا کرنا ہے۔ اس لیے ضروری ہے ہم روزہ کا اہتمام کریں اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں: ”اے ایمان والو ہم نے تم پر روزہ فرض کیا جیسا کہ تم سے پہلے کی امتوں پر فرض کیا تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ“ (قرآن کریم)

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ایمان و احتساب کے ساتھ پورے مہینے کا روزہ رکھے اور قیام اللیل کرے اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے تمام گناہوں کو معاف کر دیتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ وہ انسان بد بخت ہے جس کو رمضان کا مہینہ میسر ہوا اور اس نے اس کا فائدہ نہ اٹھایا اور اللہ سے مغفرت کا پروانہ حاصل نہ کر سکا۔ اس لیے ہم سب کو چاہئے کہ رمضان کے مہینہ کا پورا پورا فائدہ اٹھائیں اور اس مہینہ میں جو انعامات اللہ نے رکھے ہیں انہیں حاصل کریں۔ علماء نے لکھا ہے کہ روزہ کی قدرت کے باوجود جو شخص بلا عذر کے روزہ نہ رکھے، وہ فاسق و فاجر اور بدترین شخص ہے۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ساری رحمتوں اور شفقتوں کے باوجود روزہ نہ رکھنے والوں پر ممبر شریف پر قدم رکھتے ہوئے لعنت فرمائی اور جبرئیل امین علیہ السلام نے اس پر آمین کہا۔

4۔ تلاوت قرآن کریم: رمضان المبارک کا مہینہ قرآن کریم کے نزول کا مہینہ ہے، اس ماہ کا قرآن کریم اور اللہ کی دوسری نازل کردہ آسمانی کتابوں کے ساتھ خاص مناسبت ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ”رمضان وہ مقدس مہینہ ہے، جس میں ہم نے قرآن نازل کیا“ (قرآن کریم) اور ایک جگہ ارشاد فرمایا: ”ہم نے اس کو شب قدر میں نازل کیا۔“ اسی لیے اللہ کے رسول علیہ السلام سے لے کر اب تک تمام صلحاء، علماء اور اللہ کے نیک بندوں نے تلاوت قرآن کے لیے اس ماہ میں اپنے آپ کو وقف کیا ہے، خاص بات یہ ہے کہ عام دنوں میں قرآن کریم کے ایک حرف کی تلاوت پر کم از کم دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے، اور رمضان المبارک میں ستر گنا اس کا اجر بڑھ جاتا ہے۔ غور کریں کہ پورے ختم قرآن پر کتنی نیکیاں اللہ تعالیٰ قرآن پڑھنے والوں کے نامۂ اعمال میں درج کرتا ہے، اس لیے گھر میں قرآن کریم کے پڑھنے کا خاص اہتمام اور شوق و ذوق پیدا کریں۔ مرد اور عورتیں اور بچے سب کے سب قرآن کریم کی تلاوت میں دیوانہ وار لگ جائیں۔

5۔ اعتکاف: رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف کی اہم سنت ہے، یہ سنت موکدہ علی الکفایہ ہے، ہر محلّہ سے چند لوگوں کو ضرور اعتکاف کا اہتمام کرنا چاہئے، اگر محلّہ میں سے کسی نے بھی مسجد میں اعتکاف نہیں کیا تو پورے محلّہ والے سنت کے چھوڑنے والے قرار پائیں گے۔ اعتکاف کرنے والا گویا اپنے آپ کو اپنے رب کی چوکھٹ پر ڈال کر اس کی پناہ میں جگہ لینے کی کوشش کرتا ہے اور آغوش رحمت میں آنے کی فریاد کرتا ہے۔ نتیجتاً وہ اپنے محبوب کو پا لیتا ہے اور اس کی رحمتوں کا حقدار بن جاتا ہے۔

6۔ دعا و استغفار کی کثرت: اس ماہ میں اللہ تعالیٰ روزہ داروں کی دعائیں کثرت سے قبول کرتا ہے، بلکہ فرشتوں کی ایک جماعت اسی کام پر مامور کر دی جاتی ہے کہ جو بھی روزہ دار مجھ سے مانگے آپ اس کی دعا پر آمین کہیں۔ خاص طور سے افطار کے وقت دعا کرنے کی بہت فضیلت آئی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم افطار کے وقت دعا کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ کیوں کہ جب روزہ دار بھوک و پیاس کی حالت میں ہوتا ہے، کھانے کی اشتہاء زوروں پر ہوتی ہے اور دسترخوان پر نگاہوں کے سامنے کھانے پینے کی چیزیں موجود ہوتی ہیں مگر وہ اپنے خالق و مالک کی طرف سے اجازت کے انتظار میں غروب آفتاب تک بھوک کی شدت کو برداشت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو یہ ادا بہت پسند آتی ہے اور اس وقت اٹھے ہوئے ہاتھوں کی لاج رکھ لیتا ہے۔ اسی طرح سحری کا وقت بھی دعاؤں کی قبولیت کا وقت ہوتا ہے۔ اس وقت بھی اہتمام کے ساتھ دعا کریں۔ دعا میں اس بات کا خیال رکھیں کہ امت مسلمہ اور عام انسانوں کی دنیوی اور اخروی فلاح کی دعا ضرور کریں، اس سے خود اپنے حق میں مانگی ہوئی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ دعا کے اول و آخر میں محسن کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف ضرور پڑھیں۔ اسی طرح دن رات کی ہر چھوٹی بڑی عبادت سے فارغ ہو کر دعاؤں اور استغفار کی کثرت کریں، اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی اور اس کی رضا اور اس کی خوشنودی کے مقام جنت کی طلب کریں اور دوزخ کی آگ سے پناہ مانگیں۔ ذکر و اذکار، درود شریف اور تلاوت کلام پاک کا خصوصی اہتمام کریں۔

7۔ گناہوں سے اجتناب: روزہ کا مقصد تقویٰ اور پرہیز گاری پیدا کرنا ہے، اس لیے ہر حالت میں روزہ، تراویح اور تلاوت قرآن کے ساتھ ہر قسم کے گناہ کے کاموں سے سخت پرہیز کریں۔ ہمیں سمجھنا چاہئے کہ روزہ صرف بھوکے اور پیاسے رہنے کا نام نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی تمام منع کی ہوئی چیزوں سے رکنے کا نام ہے۔ اس لیے ہم سب کو اپنے جسم کے تمام اعضاء کو گناہ سے بچانے کا اہتمام کرنا چاہئے، تا کہ روزہ کی عبادت مکمل ہو سکے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہت سارے روزے دار ایسے ہیں، جنہیں بھوکے رہنے کے علاوہ روزے کا کوئی فائدہ نہیں ملتا۔“ روزہ دار یہ بات ہمیشہ اپنے ذہن میں رکھے کہ روزہ صرف بھوکے اور پیاسے رہنے کا نام نہیں ہے، بلکہ بدن کے ہر حصہ کے لیے روزہ ہے۔“ اس لیے زبان سے ناپسندیدہ بات نہ نکالے، جھوٹ نہ بولے، چغلی و غیبت نہ کرے، بہتان تراشی اور گالی گلوج نہ کرے، کسی کو جھڑکے نہیں، کسی کو اپنی زبان سے تکلیف نہ پہونچائے، ناپسندیدہ چیزوں کی طرف نظر نہ کرے، بدنگاہی سے مکمل طور سے پرہیز کرے، ہاتھ سے کوئی گناہ کا کام نہ کرے، کسی کو پریشان نہ کرے، اپنے ہاتھ کے ذریعہ بندگان خدا کی تکلیف کا باعث نہ بنے، ناپسندیدہ جگہ پر قدم نہ رکھے، غرض کہ ہر طرح کے گناہ سے اپنے آپ کو باز رکھے۔ تا کہ روزہ کی برکت سے سارا وجود ایمانی اور نورانی بن سکے۔

8۔ صدقات و خیرات، اہل مدارس اور دینی اداروں کی امداد: یہ مہینہ خیر خواہی، غم گساری اور ہمدردی کا مہینہ ہے، معاشرہ کے غرباء اور محتاجوں کی حاجت روائی اور ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنے کا حکم بہت سی احادیث میں وارد ہوا ہے۔ زکوٰۃ اور صدقۂ فطر کے علاوہ بھی نفلی صدقات و عطیات کا خاص اہتمام اس ماہ میں کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فطرتاً اور طبعاً داد و دہش کرنے والا اور سخاوت کرنے والا بنایا تھا، آپ کے دروازے سے کبھی کوئی سائل محروم واپس نہیں ہوا، لیکن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک میں آپ کی سخاوت اور داد و دہش تیز چلنے والی ہواؤں سے بھی زیادہ ہوتی تھی۔ اس لیے ہم سب کو چاہئے کہ اپنے آس پاس کے غرباء اور ضرورت مندوں کا خاص خیال رکھیں، روزہ داروں کو افطار کرانے کی بہت زیادہ فضیلت آئی ہے، اس لیے ضرورت مند روزہ داروں کو حتی الوسع افطار ضرور کرایا کریں، دروازے پر جو بھی سائل آئے اس کی کچھ نہ کچھ امداد کیا کریں۔ خاص طور پر دینی مدارس کے ذمہ داران اس موقع پر اداروں کے مالی تعاون کے لیے آتے ہیں، ان سے خوش خلقی کا برتاؤ کریں اور جہاں تک ممکن ہو اداروں کا تعاون کریں۔ کیوں کہ خاص طور سے ہمارے ملک میں دینی مدارس، تعلیمی اور فلاحی ادارے محض اہل خیر کے تعاون اور توکل علی اللہ کے سہارے چلتے ہیں۔ ان کا وجود اس ملک میں مسلمانوں کے لیے اللہ کی بڑی نعمت ہے، ان کی تعمیر و ترقی، تحفظ و استحکام پر ملت کی بقا موقوف ہے، اس لیے ان کا تحفظ اور ان کے استحکام کی دعا کرنا اور اس کے لیے عملی تدبیر اپنانا ہم سب کا فریضہ ہے۔ اس لیے اس ماہ میں ان اداروں کا خاص خیال رکھیں۔ اپنے دروازے پر پہونچنے والوں کے ساتھ اکرام کا معاملہ کریں اور نبوی طریقہ سے پیش آئیں، ڈانٹ ڈپٹ اور تحقیر و تذلیل سے اپنے آپ کو بچائیں۔ ان کی حوصلہ افزائی کریں، ان کے کاموں کو سراہیں اور اپنی دعاؤں میں ان سب کو یاد رکھیں۔ مدارس اسلامیہ، ملی اور مذہبی جماعتیں دین کے قلعے ہیں، ان کا تحفظ اور تعاون حد درجہ ضروری ہے۔ اس لیے دل کھول کر ان اداروں کی مدد کریں، اداروں کی طرف سے آنے والے محصلین اور سفراء کا اکرام کریں۔ نیز غریبوں، یتیموں، مسکینوں اور بیواؤں کا بھی خاص خیال رکھیں۔

9۔ صبر و تحمل: بھوک پیاس کی حالت میں اکثر لوگ تناؤ اور ڈانٹ ڈپٹ اور غصہ جیسی عادتوں کے شکار ہو جاتے ہیں، روزہ داروں کو ہر وقت اپنے روزہ کا خیال رکھنا چاہئے اور روزہ کا ایک بڑا ادب اور خیال یہ ہے کہ کوئی غصہ دلائے بھی تو غصہ میں نہ آئیں، صبر و تحمل اور برداشت سے کام لیں۔ بلکہ بہتر تو یہ ہے کہ ایسے موقع پر سامنے والے سے عاجزی سے یہ کہیں کہ بھئی مجھے عبادت میں رہنے دو میں روزے سے ہوں، اور اپنے روزہ کو خراب نہ کریں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لیے رمضان کے مہینے کو صبر کا مہینہ بھی فرمایا ہے۔ اور اس ماہ میں اپنے ماتحتوں کے ساتھ نرمی کرنے اور ان کے کام کے بوجھ کو ہلکا کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ (بقیہ صفحہ ۱۵ پر)

اپنی اصلاح کیسے کریں

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی

انسانی زندگی میں انفرادی واجتماعی اصلاح کی بڑی اہمیت ہے، اگر ہر شخص اپنی اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہوتو اس کے اثرات سماجی زندگی پر بھی پڑتے ہیں، اس لئے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اصلاح کا ایک عجیب وغریب طریقہ تجویز فرمایا ہے، اگر ہم لوگ اس طریقے پر عمل کرلیں تو وہ اصلاح کے لئے نسخۂ اکسیر ہے- اس سے بہتر کوئی نسخہ ملنا مشکل ہے، فرماتے ہیں کہ روزانہ چند کام کرلیا کرو، ایک یہ کہ جب تم صبح کو بیدار ہوؤ تو اپنے نفس سے ایک معاہدہ کرلیا کرو کہ آج کے دن میں صبح سے لے کر رات کو سونے تک کوئی گناہ نہیں کروں گا، اور میرے ذمے جتنے فرائض وواجبات اور سنتیں ہیں، ان کو بجالاؤں گا، اور جو میرے ذمے حقوق اللہ اور حقوق العباد ہیں، ان کو پورے طریقے سے ادا کروں گا، اگر غلطی سے اس معاہدہ کے خلاف کوئی عمل ہوا تو اے نفس! اس عمل پر تجھے سزا دوں گا، یہ معاہدہ ایک کام ہوا، جس کا نام ''مشارطہ'' یعنی آپس میں شرط لگانا۔

معاہدہ کے بعد دعا: حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی اس پہلی بات پر تھوڑا اضافہ فرماتے ہوئے فرمایا کرتے کہ یہ معاہدہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے کہو کہ یا اللہ! میں نے یہ معاہدہ کرلیا ہے کہ آج کے دن گناہ نہیں کروں گا، اور فرائض وواجبات سب ادا کروں گا، شریعت کے مطابق چلوں گا، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پابندی کروں گا، لیکن یا اللہ! آپ کی توفیق کے بغیر میں اس معاہدے پر قائم نہیں رہ سکتا، اس لئے جب میں نے یہ معاہدہ کرلیا ہے تو آپ میرے اس معاہدے کی لاج رکھ لیجئے اور مجھے اس معاہدے پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمایئے، اور مجھے عہد شکنی سے بچالیجئے، اور مجھے اس معاہدے پر پوری طرح عمل کرنے کی توفیق عطا فرمادیجئے۔

پورے دن اپنے اعمال کا ''مراقبہ'': دعا کرنے کے بعد زندگی کے کاروبار کے لئے نکل جاؤ، اگر ملازمت کرتے ہوتو ملازمت پر چلے جاؤ، اگر تجارت کرتے ہوتو تجارت کے لئے نکل جاؤ، اگر دکان پر بیٹھتے ہوتو وہاں چلے جاؤ، وہاں جاکر یہ کرو کہ ہر کام شروع کرنے سے پہلے ذرا سوچ لیا کرو کہ یہ کام میرے اس معاہدے کے خلاف تو نہیں ہے، یہ لفظ جو زبان سے نکال رہا ہوں، یہ اس معاہدے کے خلاف تو نہیں ہے؟ اگر خلاف نظر آئے تو اس سے بچنے کی کوشش کرو، اس کو ''مراقبہ'' کہا جاتا ہے، یہ دوسرا کام ہے۔

سونے سے پہلے ''محاسبہ'': تیسرا کام رات کو سونے سے پہلے کیا کرو، وہ ہے ''محاسبہ'' اپنے نفس سے کہو کہ تم نے صبح یہ معاہدہ کیا تھا کہ کوئی گناہ کا کام نہیں کروں گا، اور ہر کام شریعت کے مطابق کروں گا، تمام حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کروں گا، اب بتاؤ کہ تم نے کونسا کام اس معاہدے کے مطابق کیا؟ اور کونسا کام اس معاہدے کے خلاف کیا؟ اس طرح اپنے پورے دن کے تمام اعمال کا جائزہ لو، صبح جب میں گھر سے باہر نکلا تھا، تو فلاں آدمی سے کیا بات کہی تھی؟ جب میں ملازمت پر گیا تو وہاں اپنے فرائض میں نے کس طرح ادا کئے؟ تجارت میں نے کس طرح کی؟ حلال طریسے سے کی یا حرام طریقے سے کی؟ اور جتنے لوگوں سے ملاقات کی ان کے حقوق کس طرح ادا کئے؟ بیوی بچوں کے حقوق کس طرح ادا کئے؟ ان سب معاملات کا جائزہ لو، اس کا نام ہے ''محاسبہ''۔

پھر شکر ادا کرو: اس ''محاسبہ'' کے نتیجے میں اگر یہ بات سامنے آئے کہ تم نے صبح جو معاہدہ کیا تھا، اس میں کامیاب ہوگئے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ یا اللہ! تیرا شکر ہے کہ تو نے اس معاہدے پر قائم رہنے کی توفیق دی: ''اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ''۔

اس شکر کا نتیجہ وہ ہوگا جس کا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ: ''لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ'': اگر تم نعمت پر شکر ادا کروگے تو اللہ تعالیٰ وہ نعمت اور زیادہ دیں گے؛ لہٰذا جب تم نے اس معاہدے پر قائم رہنے کی نعمت پر شکر ادا کیا تو آئندہ اس نعمت میں اور اضافہ ہوگا اور اس پر ثواب ملے گا۔ (سورۂ ابراہیم: ۷)

ورنہ توبہ کرو: اور اگر اس ''محاسبہ'' کے نتیجے میں یہ بات سامنے آئے کہ فلاں موقع پر اس معاہدے کی خلاف ورزی ہوگئی، فلاں موقع پر میں بھٹک گیا اور پھسل گیا اور اپنے اس عہد پر قائم نہ رہ سکا، تو اس وقت فوراً توبہ کرو اور یہ کہو کہ یا اللہ! میں نے یہ معاہدہ تو کیا تھا، لیکن نفس وشیطان کے جال میں آکر میں اس معاہدے پر قائم نہیں رہ سکا، یا اللہ! میں آپ سے معافی مانگتا ہوں، اور توبہ کرتا ہوں، آپ مجھے معاف فرمادیجئے۔

اپنے نفس پر سزا جاری کرو: توبہ کرنے کے ساتھ (چوتھا کام یہ کہ معاقبہ کرو یعنی) اپنے نفس کو کچھ سزا بھی دو، اور اپنے نفس سے کہو کہ تم نے اس معاہدے کی خلاف ورزی کی ہے، لہٰذا تمہیں اب آٹھ رکعت نفل پڑھنی ہوں گی، یہ سزا صبح کو معاہدہ کرتے وقت ہی تجویز کرلو، لہٰذا رات کو اپنے نفس سے کہو تم نے اپنی راحت اور آرام کی خاطر اور تھوڑی سی لذت حاصل کرنے کی خاطر مجھے عہد شکنی کے اندر مبتلا کیا، اس لئے اب تمہیں تھوڑی سزا ملنی چاہئے، لہٰذا تمہاری سزا یہ ہے کہ اب سونے سے پہلے آٹھ رکعت نفل ادا کرو، اس کے بعد سونے کے لئے بستر پر جاؤ، اس سے پہلے سونا بند۔

سزا معتدل ہو: حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایسی سزا مقرر کرو جس میں نفس پر تھوڑی مشقت بھی ہو، نہ بہت زیادہ ہو کہ نفس بدک جائے، اور نہ اتنی کم ہو کہ نفس کو اس سے مشقت ہی نہ ہو، جیسے ہندوستان میں جب سرسید مرحوم نے علی گڑھ کالج قائم کیا، اس وقت طلبہ پر یہ لازم کردیا تھا کہ تمام طلبا پنج وقتہ نمازیں مسجد میں باجماعت ادا کریں گے، اور جو طالب علم نماز سے غیر حاضر ہوگا اس کو جرمانہ ادا کرنا پڑے گا، اور ایک نماز کا جرمانہ شاید ایک آنہ مقرر کردیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو طلبہ صاحب ثروت تھے، وہ پورے مہینے کی تمام نمازوں کا جرمانہ اکٹھا پہلے جمع کرادیا کرتے تھے کہ یہ جرمانہ ہم سے وصول کرلو، اور نماز کی چھٹی، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اتنا کم اور معمولی جرمانہ بھی نہ ہو کہ آدمی اِکٹھا ہی جمع کرادے، اور نہ اتنا زیادہ ہو کہ آدمی بھاگ جائے، بلکہ درمیانہ اور معتدل جرمانہ مقرر کرنا چاہئے، مثلاً آٹھ رکعت نفل پڑھنے کی سزا مقرر کرنا ایک مناسب سزا ہے۔

کچھ ہمت کرنی پڑے گی: بہرحال! اگر نفس کی اصلاح کرنی ہے تو تھوڑے بہت ہاتھ پاؤں ہلانے پڑیں گے، کچھ نہ کچھ مشقت برداشت کرنی پڑے گی، کچھ نہ کچھ ہمت تو کرنی ہوگی، اور اس کے لئے عزم اور ارادہ کرنا ہوگا، ویسے ہی بیٹھے بیٹھے تو نفس کی اصلاح نہیں ہوجائے گی، لہٰذا یہ طے کرلو کہ جب کبھی نفس غلط راستے پر جائے گا تو اس وقت آٹھ رکعت نفل ضرور پڑھوں گا، جب نفس کو پتہ چلے گا کہ یہ آٹھ رکعت پڑھنے کی ایک نئی مصیبت کھڑی ہوگئی، تو آئندہ کل وہ نفس تمہیں گناہ سے بچانے کی کوشش کرے گا، تاکہ اس آٹھ رکعت نفل سے جان چھوٹ جائے، اس طرح وہ نفس آہستہ آہستہ انشاء اللہ سیدھے راستے پر آجائے گا، اور پھر تمہیں نہیں بہکائے گا۔

یہ چار کام کرلو: امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت کا خلاصہ یہ ہے کہ چار کام کرلو:

(۱) صبح کے وقت مشارطہ یعنی معاہدہ۔ (۲) ہر عمل کے وقت مراقبہ۔ (۳) رات کو سونے سے پہلے محاسبہ۔ (۴) اگر نفس بہک جائے تو سونے سے پہلے معاقبہ یعنی اس کو سزا دینا۔

یہ عمل مسلسل کرنا ہوگا: ایک بات اور یاد رکھنی چاہئے کہ دو چار روز یہ عمل کرنے کے بعد یہ مت سمجھ لینا کہ بس اب ہم پہنچ گئے، اور بزرگ بن گئے، بلکہ یہ عمل تو مسلسل کرنا ہوگا، اور اس میں یہ ہوگا کہ کسی دن تم غالب آجاؤ گے، اور کسی دن شیطان غالب آجائے گا، لیکن ایسا نہ ہو کہ اس کے غالب آنے سے تم گھبرا جاؤ اور یہ عمل چھوڑ بیٹھو، اس لئے کہ اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت ہے، انشاء اللہ اس طرح گرتے پڑتے ایک دن منزل مقصود تک پہنچ جاؤ گے، اور اگر یہ عمل کرنے کے بعد پہلے دن ہی منزل مقصود پر پہنچ جاؤ گے، تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دماغ میں یہ خناس سوار ہوجائے گا کہ میں تو جنید اور شبلی بن گیا، اس لئے کبھی اس عمل کے ذریعہ کامیابی ہوگی، اور کبھی ناکامی ہوگی، جس دن کامیابی ہوجائے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو، اور جس دن ناکامی ہوجائے اس دن توبہ واستغفار کرو، اور اپنے نفس پر سزا جاری کرو، اور اپنے برے فعل پر ندامت اور شکستگی کا اظہار کرو، یہ ندامت اور شکستگی انسان کو کہاں سے کہاں پہنچادیتی ہے۔

موجودہ حالات میں امت مسلمہ کی ذمہ داری

مولانا محمد شاہ نواز ندوی

اللہ رب العزت نے ایک عظیم مقصد کے تحت انسان کی تخلیق فرمائی ہے، وہ عظیم مقصد زندگی کے ہر موڑ اور ہر گوشہ میں اللہ کی مان کر چلنا ہے، اس کی بجا آوری کرنا اور اس سے انہماک رکھنا، یہ انسان کے لئے ضروری ہے۔ ہر پیدا ہونے والے انسان کی زندگی کے دو گوشے ہوتے ہیں جس پر حیات کا پہیہ گردش کرتا ہے۔ زندگی کا ایک گوشہ طبعی اور فطری ہے۔ فطری تقاضہ کو پورا کرنے کے لئے اس کو کسی کے شوق پیدا کرنے، رغبت دلانے اور دعوت دینے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ اپنے فطری اور طبعی تقاضوں کو انسان ازخود کرتا ہے۔ مثلاً بھوک کے وقت کھانا کھانا اور شکم سیر ہونا، پیاس کے وقت پانی سے سیرابی حاصل کرنا، قضاء حاجت سے فارغ ہونا، اپنے طبعی تقاضے پر انسان پورے کرتا ہے، چاہے وہ انسان دولت اسلام سے مالا مال ہو یا کفر وضلالت کی دلدل میں پھنسا ہوا ہو۔ زندگی کا دوسرا گوشہ ایمان سے تعلق رکھتا ہے۔ تصدیق بالقلب، عمل بالجوارح، اقرار باللسان کا نام ایمان ہے۔ ایمانی گوشہ کا تقاضہ یہ ہے کہ انسان کو اپنے خالق ومعبود کی پہچان ہو، اس کی ذات پر یقین کامل ہو، اس کے احکام پر عمل پیرا ہو، اور اس کا دل اس سے شاد ومطمئن ہو، اس کو معلوم ہو کہ باپ ہونے کی صورت میں اولاد کی تعلیم وتربیت اور ان کی نشو ونما میں اس پر کون کون سی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ اولاد ہونے کی صورت میں والدین کے اس پر کیا حقوق ہوتے ہیں اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری کے تئیں اس کی کیا فکر ہونی چاہیے۔ شوہر کے بیوی پر، بیوی کے شوہر پر، مسلمان کے مسلمان پر، پڑوسی کے دوسرے پڑوسی پر کیا حقوق ہوتے ہیں، مسلمان بھائی کے تعلق سے اس کا کیا طرز کیا، رویہ ہونا چاہیے، پوری معاشرتی زندگی میں اس کا کیا رول اور کردار ہونا چاہیے؟

حقوق اللہ اور حقوق العباد کا پاس ولحاظ رکھے محتاج وبیکس، مجبور وپریشان اور حاجت مند کے کام آئے۔ انسانیت کے شرمسار کرنے والے کو انسانیت سمجھائے، رب ذوالجلال سے غافل اور پہلو تہی برتنے والے کے رخ کو خدا کی طرف موڑ دے، اپنی ذات اپنی بات اپنے عمل سے کسی کی تکلیف وپریشانی کا سبب نہ بنے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اپنے سامنے رکھے: اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰةُ الْمُؤْمِنِ ''مومن، مومن کا آئینہ ہے۔'' اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک اپنی آنکھوں اور سینہ سے لگا کر رکھے: اَلْمُسْلِمُ أَخُ الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُہٗ وَ لَا یُسْلِمُہٗ مَنْ کَانَ فِیْ حَاجَةِ أَخِیْہِ کَانَ اللّٰہُ فِیْ حَاجَتِہٖ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُؤْمِنٍ کُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰہُ عَنْہُ کُرْبَةً مِنْ کُرَبِ یَوْمِ الْقِیَامَةِ ''مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے وہ اس پر ظلم نہ کرے اور اس کو بے یار ومددگار نہ چھوڑے جو اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کرتا ہے اور جو کسی مومن کی کوئی پریشانی دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی پریشانیوں میں سے اس کی ایک پریشانی دور کردیتا ہے۔''

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اپنے سامنے رکھے: بِحَسْبِ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ أَنْ یَحْقِرَ أَخَاہُ الْمُسْلِمَ ''کسی انسان کے برا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔'' زندگی کا دوسرا گوشہ جس کا تعلق ایمان سے ہے اس کو پروان چڑھانے، اس کی دعوت دینے اور اس کا شعور بیدار کرنے کے لئے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی بعثت اللہ وعزوجل نے فرمائی ہے۔ سلسلہ نبوت کی آخری کڑی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکت ہے جو اس خوبصورت سلسلہ کی سب سے سنہری کڑی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ ذمہ داری آپ کی امت امت دعوت پر ہے، اس ذمہ داری کی انجام دہی کی فکر ضروری ہے۔ اس وقت دعوت کے مختلف میدانوں میں کوششیں کی جارہی ہیں۔ تعلیم وتربیت، صحافت، انفرادی اور اجتماعی روابط، افکار ونظریات کے تبادلۂ خیال کے ذریعہ دعوتی سرگرمی ہر جگہ جاری ہے، جس کے کچھ مثبت اثرات ظاہر ہورہے ہیں تاہم تمام تر کوششیں مکمل ثمر آور نہیں ہورہی ہیں۔ قرآن پاک میں اللہ رب لعزت نے انسانوں کی تفہیم اور ان کی ہدایت و رہنمائی کا نسخہ کیمیا رکھا ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمانبردار بندوں کے ایمانی گوشہ پر توجہ رکھنے والوں کا بڑے حسین پیرایہ میں ذکر کیا ہے اور اپنی رضا وخوشنودی عطا کرنے کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح اپنے نافرمان بندوں کے ایمانی گوشہ پر توجہ سے غافل اور کنارہ کش افراد کا ذکر کیا ہے۔

فرعون، ہامان، قوم ثمود، قوم عاد، قوم لوط، قوم شعیب پر عذاب کے واقعات پڑھ کر دل ڈر جاتا ہے۔ یہ واقعات آج بھی عبرت ہیں۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم غیروں کے طریقہ پر نہ چلیں۔ اپنی زندگی کے دھارے کو صحیح رخ پر رکھیں، ایمانی گوشہ پر توجہ دیں، بھولی ہوئی انسانیت کو انسانیت کا سبق یاد دلائیں، خدا کے بندوں کو خدا سے ملائیں، مقصد اصلی کو سمجھیں، اپنی زندگی میں اس کو نافذ کرنے کی کوشش کریں، مسلمانوں کو بداخلاقی اور مادیت کے سیلاب میں بہنے سے بچائیں۔ یہی وقت کا سب سے بڑا کام ہے، اسی میں ہم سب کے لئے دارین میں سعادت وخوش بختی یقینی ہے، اور اگر ہم نے اپنی تخلیق کے مقصد کو بھلا دیا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عائد کی ہوئی ذمہ داری ہم نے ٹال دی تو پھر یہ امت اس سے زیادہ مظالم کا شکار بن جائے گی جتنا کہ آج ہم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کررہے ہیں۔

سعودی عرب اور شام کے مابین تعلقات بحالی کی امید

سعودی عرب اور شام ایک دہائی سے زیادہ عرصے سے سفارتی تعلقات منقطع رکھنے کے بعد اپنے سفارت خانے دوبارہ کھولنے پر رضامند ہو گئے ہیں۔ ریاض پچھلے کئی ہفتوں سے دمشق کے ساتھ مفاہمت کے اشارے دے رہا تھا۔ خبر رساں ایجنسی روئٹرز کے مطابق ریاض اور دمشق کے درمیان تعلقات کی بحالی عرب ممالک کے بشارالاسد کے ساتھ تعلقات کو معمول پر لانے کی سمت سب سے اہم پیش رفت ہوگی، جنہیں 2011 میں شام میں خانہ جنگی شروع ہونے کے بعد سے بہت سے مغربی اور عرب ملکوں نے الگ تھلگ کر رکھا ہے۔ تاہم دونوں حکومتیں عید کے بعد اپنے سفارت خانے کھولنے کی تیاریاں کر رہی ہیں۔ عید کا تہوار اپریل کے تیسرے ہفتے میں ہوگا۔ یہ نئی پیش رفت ایسے وقت ہو رہی ہے جب رواں ماہ کے اوائل میں چین کی ثالثی میں علاقائی حریف ممالک سعودی عرب اور ایران کے درمیان سفارتی تعلقات بحال کرنے کے معاہدے کا اعلان ہوا تھا۔ خبر رساں ایجنسی اے ایف کے مطابق رپورٹ میں اس اقدام کے لیے کوئی مقررہ وقت کے بارے میں نہیں بتایا گیا ہے۔ تاہم یہ نئی پیش رفت اپنے علاقائی حریفوں کے ساتھ اختلافات دور کرنے کے حوالے سے سعودی عرب کے تازہ ترین قدم کی نشاندہی کرتی ہے۔ (ایجنسی)

فرانس میں صدر ماکروں کے خلاف احتجاج اور ملک گیر ہڑتال

فرانسیسی صدر ایمانوئل ماکروں کے ریٹائرمنٹ کی عمر میں اضافہ کرنے کے فیصلے کے خلاف 23 مارچ جمعرات کے روز مزدور یونینوں نے ملکی سطح پر احتجاجی مظاہرہ کیا، جس کی وجہ سے عام زندگی درہم برہم ہو کر رہ گئی۔ صدر نے اپنے فیصلے کا دفاع کیا ہے، تاہم لوگوں میں اس کے خلاف کافی غم و غصہ ہے۔ پیرس میں پولیس نے مظاہرین پر اس وقت آنسو گیس کے شیل داغے اور لاٹھی چارج کیا، جب بعض مظاہرین نے سکیورٹی فورسز پر پتھراؤ کیا اور آتش زنی کی کوشش کی۔ جنوری کے بعد سے فرانس کی بڑی یونینوں کی جانب سے مظاہروں کا یہ نواں دور تھا۔ اس سے قبل ہفتے کے اواخر میں غیر منصوبہ بند مظاہرے بھی ہوئے تھے۔ ٹریڈ یونینوں نے صدر ماکروں کے فیصلے کے خلاف اگلے منگل کو ایک ایسے وقت پر ملک گیر ہڑتال کی اپیل کی ہے، جب برطانوی بادشاہ چارلس سوم ملک کا دورہ کرنے والے ہیں۔ پولیس نے ملک کے کئی شہروں میں مظاہرین پر آنسو گیس کے شیل داغے جبکہ بعض مقامات پر واٹر کینن کا استعمال کیا گیا۔ ٹریڈ یونینوں کو اس بات کا خدشہ ہے کہ اگر حکومت کی طرف سے جلد ہی کوئی سیاسی ردعمل سامنے نہ آیا، تو مظاہرے مزید پرتشدد ہو سکتے ہیں۔ صدر نے اپنا پہلا عوامی بیان جاری کیا اور کہا کہ وہ اپنی مقبولیت میں کمی کو قبول کرنے کے لیے تیار ہیں لیکن تبدیلیاں بہت ضروری ہیں۔ ماکروں پر اس بات کے لیے بھی شدید نکتہ چینی ہو رہی ہے کہ انہوں نے ریاستی محصولات کو برقرار رکھنے کے متبادل ذرائع کے طور پر دولت مندوں پر ٹیکس میں اضافہ نہیں کیا۔ ناقدین نے پنشن اصلاحات پر بھی نکتہ چینی کی ہے کیونکہ مزدوروں اور ایسے والدین پر بوجھ بڑھتا جا رہا ہے جو بچوں کی پرورش کے لیے مقررہ وقت سے کئی برس قبل ہی ملازمت سے ریٹائرمنٹ لے لیتے ہیں۔ (اے ایف پی، روئٹرز)

برمنگھم میں بزرگ کو نذرِ آتش کرنے کے الزام میں ایک شخص گرفتار

برمنگھم کے علاقے اجبیسٹن میں پیر کو ایک ستر سالہ شخص کو اس وقت نذر آتش کیا گیا جب وہ شام کے وقت مسجد سے گھر جا رہا تھا۔ قتل کی کوشش کے الزام میں ایک شخص کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ حملہ آور نے اس پر کچھ سپرے کیا اور پھر اس کی جیکٹ پر آگ لگا دی۔ متاثرہ شخص کو زخمی حالت میں ہسپتال لے جایا گیا۔ حملے سے ان کا چہرہ جل گیا تاہم ان کی جان خطرے سے باہر بتائی گئی ہے۔ (بی بی سی لندن)

امریکہ میں فضائی حادثات کے خطرات میں اضافہ

امریکی ہوائی اڈوں پر حال ہی میں کئی حادثات ہوتے ہوتے بچے ہیں اور اس صورت حال کا سبب ہوائی سفر کی بڑھتی ہوئی مانگ اور وبائی امراض کی وجہ سے افرادی قوت میں خلل ہو سکتے ہیں۔ ایوی ایشن انڈسٹری کے رہنماؤں کا ایک ہنگامی اجلاس ''سیفٹی سمٹ'' بدھ کو ہوا جس میں حالیہ واقعات سے نمٹنے کے لیے بات چیت کی گئی۔ یہ اجلاس طیاروں کے درمیان تصادم کی ایک اور وفاقی تحقیقات کے آغاز کے ایک دن بعد ہوا ہے۔ وفاقی حکام اس وقت چھ ایسے واقعات کا جائزہ لے رہے ہیں جن میں طیاروں کو رن ویز کے اوپر حادثہ پیش آنے کا خطرہ پیدا ہوا۔ ان واقعات میں ایک طیارے کے لگ بھگ منہ کے بل بحرالکاہل میں گرنے کے خدشے کا واقع بھی شامل ہے۔ تازہ ترین حادثہ سات مارچ کو واشنگٹن ڈی سی کے ریگن نیشنل ایئرپورٹ پر پیش آیا جب ریپبلک ایئرویز کی ایک پرواز بغیر کلیئرنس کے رن وے سے گزر گئی اور یونائیٹڈ ایئرلائنز کی ایک پرواز کو ٹیک آف منسوخ کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ بدھ کے روز واشنگٹن میں ایف اے اے کی میزبانی میں ہونے والے سیفٹی سمٹ میں حکام نے اس بات پر اتفاق کیا کہ واقعات میں 'اضافہ' ہوا ہے اور بہت سے لوگوں نے مطالبہ کیا ہے کہ ان حادثات کو حقیقی حادثات کی طرح سمجھا جائے۔ (بی بی سی لندن)

امریکہ میں پہلی باحجاب خاتون جج کے عہدے پر تعینات

نادیہ کہف امریکی ریاست نیوجرسی میں عائلی قوانین اور امیگریشن کی پہلی باحجاب مسلمان خاتون جج بن گئیں۔ بین الاقوامی میڈیا کے مطابق نادیہ کہف نیوجرسی کی ایک عدالت میں جج کے طور پر کام کریں گی۔ تعیناتی کے وقت وقت نادیہ نے اپنی دادی سے وراثت میں ملنے والے قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر عہدے کا حلف اٹھایا۔ نادیہ نے حلف برداری کی تقریب میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مجھے امریکی ریاست نیوجرسی میں مسلمانوں اور عرب کمیونٹی کی نمائندگی کرنے پر فخر ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں چاہتی ہوں کہ یہاں کی نوجوان نسل یہ ذہن نشین کر لے کہ وہ بلاخوف اپنے دین پر عمل کر سکتے ہیں۔ تنوع (diversity) ہماری طاقت ہے، یہ ہماری کمزوری نہیں ہے۔ نادیہ کی نامزدگی، جو ایک سال پہلے ہوئی تھی، سینیٹر کرسٹن کوراڈو کے باعث تاخیر کا شکار رہی۔ تاہم نادیہ کے انتخاب کی تصدیق اس ماہ کے شروع میں ہوئی۔ نادیہ کہف 2 سال کی عمر میں شام سے امریکہ منتقل ہوئیں اور ایک طویل عرصے سے امریکا میں اسلامی بنیادوں میں کام کر رہی ہیں۔ (نیوز ایکسپریس)

عالمی سطح پر بینک دیوالیہ کیوں ہو رہے ہیں؟

دنیا کی بڑی مالیاتی کارپوریشنز مشکل میں ہیں۔ مختلف ممالک کے مرکزی بینک جو دیوالیہ ہو جانے والے چھوٹے بینکوں کو مشکل سے نکالنے کے لیے سامنے آ رہے ہیں، وہ خود گرداب میں پھنسے نظر آتے ہیں جبکہ دنیا میں سٹاک مارکیٹوں کی صورتحال بہت غیر مستحکم ہے۔ موجودہ صورتحال نے بہت سے لوگوں کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ کیا ہم 2008 میں آنے والے عالمی معاشی بحران جیسی صورتحال سے دوبارہ دوچار ہونے کے قریب آ رہے ہیں۔ اگرچہ امریکہ اور یورپ میں سیاسی رہنما اور مرکزی بینک یہ یقین دلوا رہے ہیں کہ اُن کا مالیاتی نظام مضبوط اور مستحکم ہے مگر حالیہ دنوں میں عالمی سطح پر سرمایہ کاروں میں گھبراہٹ کے آثار واضح طور پر دیکھے جا سکتے ہیں جس کی وجہ سے دنیا بھر کی سٹاک مارکیٹوں میں بطور خاص بینکنگ سیکٹر کے حصص میں شدید قسم کے اُتار چڑھاؤ نظر آ رہا ہے۔

بینکوں کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟: سوئس حکومت کی حمایت کے ساتھ انوسٹمنٹ بینکنگ کمپنی 'یو بی ایس' نے اتوار کو کریڈٹ سوئس کی ذمہ داری سنبھال لی ہے۔ یہ دونوں بڑی بینکنگ کارپوریشنز ہیں جو دنیا بھر میں سرمایہ کاری کے کام کرتی ہیں۔ سوئس بینکنگ اپنے مالی استحکام کے لیے مشہور رہے، اس لیے کریڈٹ سوئس کے خاتمے اور یو بی ایس کے ساتھ اس کے جبری انضمام نے یورپی ملک کے اندر اور باہر لوگوں کو حیران کیا ہے۔ خیال رہے کہ اس سے قبل دو امریکی بینکوں، سلیکون ویلی بینک (ایس وی بی) اور کور سگنیچر بینک کے دیوالیہ ہونے کے بعد عالمی سطح پر گھبراہٹ میں مزید اضافہ ہوا تھا۔ یہ دونوں امریکی بینک ٹیکنالوجی کے شعبے میں سرمایہ کاری کے لیے مہارت رکھتے ہیں۔ 2008 کے بعد سے امریکہ میں دونوں بینک کا دیوالیہ ہونا بینکنگ کے شعبے میں بڑی ناکامیاں ہیں تاہم یہ دونوں کسی بھی طرح کریڈٹ سوئس کے سائز کے قریب کہیں بھی نہیں تھے، جو کہ دنیا کے 30 بڑے بینکوں میں سے ایک ہے۔ اگرچہ مذکورہ بینکوں کے علاوہ کوئی اور ادارہ دیوالیہ نہیں ہوا ہے تاہم مرکزی بینکوں میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی ہے جس کے باعث مالیاتی لین دین کے معمول کے کام کو یقینی بنانے کے لیے اضافی لیکویڈیٹی فراہم کرنے کے نئے اقدامات کا اعلان کیا ہے اور ایسا گذشتہ 23 برسوں میں صرف دو بار ایسا کیا ہے۔ پہلی بار 2008 کے مالی بحران کے دوران اور پھر وبائی امراض کووڈ کے آغاز میں۔

کریڈٹ سوئس کے مسائل بہت پہلے سے چلے آ رہے ہیں جن میں سالوں سے جاری رسک مینجمنٹ کی غلطیوں سے لے کر منی لانڈرنگ جیسے سکینڈلز شامل ہیں جبکہ گذشتہ سال ہونے والے بھاری نقصانات نے پچھلے سالوں میں ہونے والے منافع کو ضائع کر دیا ہے۔ لیکن پچھلا ہفتہ انتہائی اہم تھا کیونکہ سوئس نیشنل بینک کی طرف سے فراہم کردہ 50 بلین ڈالر کی ہنگامی امداد کے باوجود بینک نے خود کو اچانک نیچے کی طرف جاتے دیکھا، اور اس کے کلائنٹس نے اپنے فنڈز کو دوسرے بینکوں میں منتقل کرنا شروع کر دیا۔ جبکہ اس سے قبل دیوالیہ ہونے والے دونوں امریکی بینکوں کے اپنے الگ ہی مسائل تھے۔ یہ عجیب بات تھی کہ وہ اثاثہ جو ایس وی بی کے لیے انتہائی محفوظ سمجھا جاتا تھا اسی نے اس کے لیے سنگین مسائل پیدا کیے۔ فیڈرل ریزرو (فیڈ، امریکی مرکزی بینک) کی طرف سے حالیہ مہینوں میں رقم کی قیمت میں اچانک اضافے نے بانڈز کی قدر کو کم کر دیا۔ چنانچہ بینک کو اپنے کلائنٹس کی رقم کو واپس کرنے کی ضمانت کے لیے لیکویڈیٹی حاصل کرنے پر مجبور ہونا پڑا، خاص طور پر ٹیکنالوجی کمپنیاں جو 2021 کے بلبلے کے بعد اس شعبے میں آنے والے بحران سے متاثر ہوئیں، اور صارفین کی ادائیگی کے لیے اسے اپنے بانڈز کا ایک بڑا حصہ خسارے میں اور مقررہ تاریخ سے پہلے ہی فروخت کرنا پڑا۔ جہاں تک سگنیچر بینک کا سوال ہے تو وہ کرپٹو کرنسیوں کی قدر میں حالیہ گراوٹ کی وجہ سے زیادہ متاثر ہوا۔ دونوں امریکی بینکوں نے پایا کہ ان کی بیلنس شیٹ اتنی مضبوط نہیں رہیں کہ وہ اپنے صارفین کے ذریعے جمع کیے جانے والے رقم کی ادائیگی کو برداشت کر سکیں۔ لیکن ایک عام فیکٹر بھی ہے جو کہ کریڈٹ سوئس سمیت تینوں اداروں کو متاثر کرتا ہے اور یہ عمومی طور پر بینکنگ سیکٹر میں آنے والے شرح سود میں تیزی کے ساتھ ہونے والا اضافہ ہے۔

دنیا بھر کے مرکزی بینکوں نے مسلسل مہنگائی کو روکنے کی کوششوں میں کرنسی کی قیمت میں اضافہ کیا ہے، جو کئی ممالک میں دوہرے ہندسوں میں اور دہائیوں میں اپنی بلند ترین سطح پر پہنچ چکی ہے۔ سالوں کی کم شرح سود کے بعد، یہ اضافہ بڑے صدمے کے طور پر سامنے آیا ہے۔ وہ بینک جن کے پاس سرکاری بانڈز ہیں ان کی قیمتیں شرح سود میں اضافے کی وجہ سے گر گئی ہیں اور اس طرح انھیں اچانک پتہ چلا کہ ان کے اثاثوں کی قیمت کم ہو گئی ہے۔ بی بی سی کے فنانس ایڈیٹر سائمن جیک نے وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ شرح سود میں اضافے نے ان سب سے محفوظ سرمایہ کاری کی قدر کو بھی متاثر کیا ہے جس میں بینک اپنی کچھ رقم رکھتے ہیں۔ اس نے سرمایہ کاروں کو خوفزدہ کر دیا ہے اور تمام بینکوں کے حصص کی قیمتوں کو گرا دیا ہے، جس سے بینکوں کو بہت زیادہ نقصان پہنچا ہے۔ وال سٹریٹ پر سب سے بڑی بینکنگ کارپوریشنوں کو سان فرانسسکو میں واقع ٹیکنالوجی کے شعبے میں مہارت رکھنے والے ایک اور بینک فرسٹ ریپبلک کے بچاؤ کے لیے لیکویڈیٹی فراہم کرنی پڑی ہے۔ تجزیہ کار اس بات پر متفق ہیں کہ جس مسئلے نے سنہ 2008 میں پورے بینکنگ سسٹم کو متاثر کیا تھا وہ آج موجود نہیں ہے۔ اس وقت، دنیا بھر کے بینکوں کو اچانک پتہ چلا کہ وہ امریکی ریئل سٹیٹ مارکیٹ میں ناکام سرمایہ کاری کا شکار ہیں۔ اس کی وجہ سے حکومت کو بڑے بیل آؤٹ کرنے پڑے، مالیاتی بحران پیدا ہوا اور عالمی معاشی بدحالی سامنے آئی۔ اس کے بعد سے بینکوں کو زیادہ لیکویڈیٹی رکھنے اور اس قسم کے خطرے کو محدود کرنے پر مجبور کرنے کے لیے ضوابط نافذ کیے گئے ہیں۔ زیادہ تر ماہرین کا خیال ہے کہ موجودہ مسائل کا محدود اثر پڑے گا۔ نوبل انعام یافتہ پال کرگمین نے رواں ہفتے ایک کالم میں کہا کہ یہ 2023 ہے، 2008 نہیں ہے۔ ہم شاید سلسلہ وار باقاعدہ مالیاتی بحران نہیں دیکھ رہے ہیں۔ اس کے باوجود، بینکنگ کی دنیا انتہائی پیچیدہ ہے اور نظام میں نئی کمزوریوں کی نشاندہی کرنا مشکل ہے۔ جیسا کہ موجودہ شرح سود اور سرمایہ کاروں کے اعتماد میں اتار چڑھاؤ کی موجودہ صورتحال میں دیکھا جا رہا ہے۔ اس کے علاوہ بینکوں کی صحت کے بارے میں گھبراہٹ اکثر متعدی ہوتی ہے، اور اگر گاہک اپنی جمع پونجی کے بارے میں فکر کرنے لگیں تو وہ اپنے بینک کی ویب سائٹ یا ایپ سے صرف چند سیکنڈ میں اپنی رقم نکال سکتے ہیں۔ بہرحال اعتماد کے مکمل خاتمے کے بغیر بھی جو مالیاتی بحرانوں کی عکاسی کرتا ہے، ہم دیکھ سکتے ہیں کہ ریگولیٹرز قوانین کو مزید سخت کر رہے ہیں اور بینک قرض دینے کے لیے بہت زیادہ تیار نہیں ہیں۔ یہ خاص طور پر اس حساس وقت میں عالمی معیشت کو سست کر سکتا ہے، جبکہ بڑھتی ہوئی قیمتیں صارفین کی جیبوں پر اضافی دباؤ ڈال رہی ہیں۔ **(بی بی سی لندن)**

گناہ دل کو سیاہ کرتا ہے اور توبہ دل کو صاف کرتا ہے

حضرت مولانا سید عبد اللہ حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

رمضان کے اس مبارک مہینہ میں اپنے گناہوں پر ندامت وشرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے توبہ واستغفار کرتے رہیے کیونکہ توبہ کا دروازہ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے کھول رکھا ہے، خواہ وہ بڑی قیامت ہو یا چھوٹی قیامت، بڑی قیامت کا مطلب یہ ہے کہ جب سورج مغرب سے طلوع ہو جائے گا تب توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا اور اسی طرح چھوٹی قیامت سے مراد یہ ہے کہ جب انسان کی سانس آخری مرحلہ میں ہو جائے گی اس وقت بھی توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا، معلوم ہوا اس سے پہلے پہلے توبہ کرنا ہے، دراصل توبہ کے معنی رجوع کرنے کے ہیں، یعنی انسان گناہوں کو چھوڑ کر اطاعتوں کی طرف آجائے، برے کاموں کو چھوڑ کر اچھے کاموں کی طرف آجائے، غیر اللہ کو چھوڑ دے اور اللہ کی طرف آجائے، اس کو توبہ کہا جاتا ہے، اور دوسرا لفظ ہے استغفار، استغفار عربی میں کسی چیز کے ڈھانکنے کو کہتے ہیں، اسی لیے عربی میں ''مغفر'' خود کو کہتے ہیں جو کہ سر کو ڈھانک لیتا ہے، اور اس کی وجہ سے سر پر کوئی تیر وغیرہ نہیں لگ سکتا ہے، اسی طرح استغفار کے معنی بھی غفر کے ہیں یعنی ڈھانک دینا، اور ڈھانکنے کا مطلب یہ ہے کہ جو بھی عیب ہو اس کو چھپا دیا جائے، اگر کوئی کمزوری ہو اس کو دبا دیا جائے کوئی لغزش ہے اس کو چھپا دیا جائے، اور اسی طرح کوئی بھی ایسی چیز جو دوسروں کی نظر میں کھٹکنے والی ہے خود اپنی ہی نظر میں اس کو ختم کر دیا جائے، چھپا دیا جائے اسی کو استغفار کہتے ہیں، اور یہ معاف کرنا اور گناہوں کا چھپانا اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے، اور کسی کے بس میں نہیں ہے۔

توبۃ النصوح: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا (التحریم:8)''اے مومنو! توبہ کرو اللہ کی طرف رجوع کرو اور توبہ بھی سچی و پکی کرو''۔ معلوم ہوا کہ اس کے اندر بھی ندامت مطلوب ہے، اور اس ندامت کے بعد دل میں یہ عزم ہونا چاہیے کہ اب کوئی گناہ نہیں کرنا ہے، لیکن اگر وہ دوبارہ کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ اب کیا ہوگا بلکہ بار بار توبہ کرتے رہنا چاہیے، کیونکہ اللہ کی رحمت تو اس کے گناہوں سے کہیں زیادہ ہے اور توبہ میں کوئی تفریق نہیں ہے، اس لیے ہر شخص کو توبہ کرنی چاہیے مگر شرط یہ ہے کہ اس کی توبہ سچے دل سے ہو، زبانی توبہ نہ ہو، کیونکہ زبانی توبہ صرف بے وقوف بنانا ہے، البتہ اگر ظاہر میں آدمی کرتا ہے اور اندر سے تھوڑی بھی ندامت ہے تو اللہ اس کی توبہ کو قبول فرمالے گا، اس لیے ہم سب کو اس سلسلہ میں بہت چوکنا رہنے کی ضرورت ہے کہ کہیں گناہ کرتے کرتے ایسا نہ ہو کہ پہلے ہمارا دل سیاہ ہو یہاں تک کہ چہرہ بھی سیاہ ہو جائے، اور اس سے بچنے کے لئے اللہ والوں کے چہروں کو بھی دیکھتے رہنا چاہیے کیونکہ ان کے چہروں سے ایک نورانیت پھوٹتی ہے، اس لیے کہ ان کے دل کی رونق باہر آرہی ہوتی ہے، ان کے اندر ایک نور ہوتا ہے جو ان کے چہرہ پر چمک رہا ہوتا ہے، لیکن اگر کسی کا دل اس کے بداعمالیوں کے نتیجہ میں سیاہ ہوتا ہے تو اس کے چہرے پر بھی اتنی ہی بے رونقی نمایاں ہوتی ہے، معلوم ہوا اصل معاملہ انسان کے دل کی اصلاح کا ہے۔

رحمت الٰہی: یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا کرم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے، ورنہ گناہ کے بعد آدمی کسی کام کا نہ رہ جاتا، یہاں تک کہ اپنا منہ دکھانے کے قابل بھی نہ رہ جاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے توبہ کا دروازہ کھول کر ہم کو وہ مقام عطا فرما دیا ہے کہ ہم اس کے ذریعہ سے اس جگہ پہنچ سکتے ہیں جہاں سے ہم چلے تھے، اسی لیے اللہ نے توبہ کے واسطے ایسی راہ ہموار کر دی ہے کہ وہ رات کو اپنا دست دراز کرتا ہے تاکہ دن کا گناہ گار توبہ کرلے، اور کہتا ہے کہ کوئی چاہے تو آجائے، رب العالمین کا دروازہ کھلا ہوا ہے، اسی طرح رات کو گناہ ہوئے تو دن میں بھی اس کا دروازہ کھلا ہوا ہے، معلوم ہوا کہ بندہ کو کبھی بھی مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ مایوس ہونا کفر ہے، جو کہ دراصل شیطانی حرکت ہے کہ ایک تو شیطان نے انسان سے گناہ کبیر کروایا پھر اس کو مایوس بھی کر دیا، جو کہ مزید گناہ ہے، اس لیے مایوسی کبھی بھی اختیار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اللہ کی رحمت اتنی زیادہ ہے کہ بڑے سے بڑا گناہ بھی ایک منٹ میں ختم ہو جائے گا، اور انسان ایسا پاک صاف ہو جاتا ہے جیسا کہ کسی گاڑی میں کوئی کھرونچ لگ جائے اور وہ عمدہ پینٹ کرالے جس کے بعد یہ بھی معلوم نہ ہو سکے کہ یہاں کوئی کھرونچ تھا۔

عام غلطی: آج کل عموماً ایک بات اور کہتے ہیں کہ ''میں گناہ گار ہوں'' جو کہ نہایت لغو بات ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ گویا آپ کو گناہ پسند ہیں، البتہ یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ اے اللہ! مجھے اپنے گناہوں کا اعتراف ہے، کیونکہ اللہ کے حضور میں ایسا کہنا سنت نبوی بھی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے، ''المعترف بذنوبی'' یعنی میں گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں، معاف فرما دیجئے، میں بالکل عاجز و درماندہ ہوں، لیکن فخریہ انداز سے کہنا غلط بات ہے کہ ایمان ہونے کے باوجود بھی آدمی اس طرح کہے، البتہ دل میں ضرور سمجھتے رہنا چاہیے کہ ہم گناہ گار ہیں۔

توبہ کرنے والا گناہ گار سب سے بہتر: عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (اِبْنِ اٰدَمَ) خَطَّاءٌ وَ خَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ (رواہ الترمذی) ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام بنی آدم خطا کار ہیں، خطا واروں میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو توبہ کرتے رہتے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے انسان کو خطا والا بنایا ہے، اس لیے کوئی انسان خطا سے خالی نہیں ہے، اسی لیے فرمایا گیا: ''كُلُّكُمْ خَطَّاءٌ وَ خَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ'' یعنی تم سب کے سب خطا کرنے والے ہو لیکن تم میں اچھے خطا کرنے والے وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں، معلوم ہوا لغزش تو ہر ایک سے ہوگی، کوئی ایسا نہیں ہے جس سے لغزش یا خطا نہ ہو، ہر ایک کی اپنے اپنے اعتبار سے لغزش ہوتی ہے، جیسے بڑے گناہ کرنے والے، پھر چھوٹے گناہ کرنے والے، پھر عملی گناہ کرنے والے، پھر عقلی گناہوں والے اور بڑے اور چھوٹوں میں فرق یہ ہے کہ بڑوں کے گناہ عملی نہیں ہوتے یا بہت کم ہوتے ہیں، ان کے گناہ زبان و جسم سے نہیں ہوتے لیکن خیالات میں آجاتے ہیں، ذہنوں میں اس طرح کی چیزیں آجاتی ہیں، اور اس پر پکڑ نہیں ہے، کیونکہ جب تک برے خیالات کسی انسان کے دماغ میں رہیں، وہ عمل میں زبان پر نہ آئیں اور آدمی سے گھبراتا رہے اور ان پر ندامت حاصل رہے تو اس پر پکڑ نہیں، لیکن اگر یہی خیالات انسان کی زبان وعمل میں آجائیں تو اس پر پکڑ ہوگی، اسی لیے بڑوں اور چھوٹوں میں یہ فرق ہے کہ بڑوں کو مشکل سے برا خیال آتا ہے لیکن آتا ہے تو ندامت ہوتی ہے، لیکن عموماً بڑوں کو بھی اس طرح کے خیالات آجاتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بنایا ہی اس طرح ہے کہ اس طرح کے خیالات کبھی کبھی اس کو آجاتے ہیں، یہاں تک کہ صحابہ کرام بھی فرمایا کرتے تھے کہ بعض ایسے خیالات آتے ہیں کہ ایسا لگتا ہے ہم جل کر کوئلہ ہو جائیں تو بہتر ہے لیکن ہم اس کو بیان نہ کریں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر جو دماغ رکھا ہے، اس کی حیثیت سڑک کی ہے، یا جی ٹی روڈ کی طرح ہے جس پر سب سواریاں چلتی ہیں، لہٰذا اس کے لئے ضروری یہ ہے کہ یہ سب سواریاں گزر جائیں، بیچ میں نہ رکیں، کیونکہ رکنے میں جام لگ جائے گا، اور اگر جام لگے تو نقصان بھی ہوگا، اس لیے خیال آئے اور چلا جائے یہ درست ہے، اور اس پر مزید یہ ہو کہ انسان کو اس پر مستقل ندامت ہوتی رہے، کیونکہ جس قدر انسان کو ندامت ہوگی اتنا ہی وہ اللہ والا ہوگا، اسی لیے جتنے اللہ والے ہوتے ہیں ان کی ندامت وشرمندگی بھی بے انتہا ہوتی ہے۔

ندامت کا مفہوم: ندامت کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو اپنے گناہ نظر آئیں اور اپنی خرابیاں وعیب اس کو دکھائی دیں ورنہ انسان کو اللہ نے کچھ ایسا بنایا ہے کہ اپنے اوپر اس کی نظر پڑتی نہیں ہے بلکہ دوسروں پر پڑتی ہے، جیسے انسان چہرا اپنا نہیں دیکھتا ہے بلکہ دوسروں کا دیکھتا ہے، ایسے ہی انسان اپنے عیب نہیں دیکھتا بلکہ دوسروں کے عیب ضرور دیکھتا ہے، حالانکہ اگر کوئی اپنے آپ کو دیکھنے لگے تو اسی وقت وہ کہیں سے کہیں پہنچ جائے گا، یعنی اس کا مقام غیر معمولی بلند ہو جائے گا، اور گھمنڈ، تکبر، انانیت جیسی تمام بیماریاں ختم ہو جائیں گی، کیونکہ ان بیماریوں کی جڑ یہی ہے کہ انسان اپنے کو نہیں دیکھتا ہے، اور اگر اپنے دیکھ لے گا تو غیروں پر نظر ہی نہیں پڑے گی، اور اس کے بعد گھمنڈ اور انانیت کے آنے کا بھی سوال ہی نہیں ہے، حضرت مولانا احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا:

کھل گئی جب سے چشم بصیرت
اپنی نظر میں خود گر گئے ہم

دراصل یہی حقیقت بھی ہے کہ جب انسان کی نگاہ اپنے اوپر پڑنے لگتی ہے تو دوسرے کو کیا دیکھے گا کیونکہ اس کے بعد وہ یہی سوچے گا کہ دن رات میں خود اتنے گناہ کرتا ہوں، دوسروں کے گناہوں کو کیا دیکھوں؟ لہٰذا اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کے اندر سے تکبر، گھمنڈ اور اترانا بھی ختم ہو جائے گا، لیکن ایسا نہیں ہے تو جو جتنا چھوٹا ہوگا اتنا ہی اس کے اندر گھمنڈ ہوگا، کیوں کہ اس کو خود اپنی نظر سے اپنا عیب نظر نہیں آتا، اس لیے اپنے کو دیکھنے کی مشق کرنی چاہیے، اور جب اس کے اندر ندامت کی کیفیت پیدا ہو جائے گی تو اس کی علامت یہ ہوگی کہ وہ کبھی تکبر نہیں کرے گا کیونکہ نادم آدمی کبھی متکبر نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ ندامت اور تکبر میں تضاد ہے، یہ دونوں ایک ساتھ نہیں ہوں گے، اسی لیے روایت میں آتا ہے ''الندم توبہ'' یعنی ندامت سراپا توبہ ہے، اسی لیے توبہ کے شرائط میں ندامت کا ہونا اہم ترین چیز ہے، جیسے کہ فرمایا گیا، ''الحج عرفہ'' یعنی حج کے اندر وقوف عرفہ اصل ہے، ایسے ہ اصل توبہ ندامت ہے، زبانی کرنا اصل نہیں ہے۔

ندامت کی شرط: علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے توبہ کی حقیقت پر چند اشعار بھی ہیں، جس میں بتایا گیا ہے کہ توبہ اس کا نام نہیں ہے کہ انسان زبان سے کہتا رہے، یہ سب زبانی ہے، اس سے کچھ حاصل نہیں، بلکہ اصل توبہ ندامت کا نام ہے، اور ندامت اسی وقت ہوگی جب انسان کو اپنے عیب نظر آنے لگیں، ورنہ عموماً اپنے منھ کو کوئی نہیں دیکھ پاتا ہے، الا یہ کہ انسان کے سامنے آئینہ موجود ہو، اسی لیے محاورہ بھی بولا جاتا ہے کہ اونٹ جب پہاڑ کے نیچے آتا ہے تب اس کو معلوم ہوتا ہے کہ مجھ سے بھی بڑا کوئی ہے، تو اسی لیے بڑوں کے ساتھ رہنا چاہیے تاکہ ان کے پاس رہ کر یہ معلوم ہو سکے کہ ہم خود کیا ہے؟ اور ہماری کیا حیثیت ہے؟ جیسا کہ ایک شخص وہ ہے جو بہت نمازیں پڑھ رہا ہے، روزے بھی رکھ رہا ہے، لہٰذا جب ایسے شخص کے ساتھ ہم رہیں گے تو ہم کو اپنی نمازوں کا حال معلوم ہو جائے گا، کہ کتنی حد تک درست ہیں؟ اسی لیے اصل استغفار یہی ہے کہ انسان اپنے گناہوں پر نظر رکھے، اور دوسروں کے گناہوں کو دیکھنا چھوڑ دے، کیونکہ آج کل اسی مرض میں پورا معاشرہ الجھا رہتا ہے، اور اپنے کو کوئی نہیں دیکھتا ہے، لیکن جب آدمی اپنے اندر کو دیکھنے کا عادی ہو جاتا ہے تو باہر کچھ نہیں دیکھے گا، اور اگر بالفرض کسی کے اوپر نظر جاتی بھی ہے تو فوراً وہاں سے اس کی نظر چھٹ جاتی ہے، سوائے یہ کہ کسی کی اصلاح مقصود ہو، لیکن اصلاح بھی آئینہ کی طرح کرنا چاہیے، جیسے ایک آئینہ خاموشی سے انسان کے داغ دھبوں کو دکھا دیتا ہے جو اس کے سامنے کھڑے ہو کر دیکھتا ہے، اور وہ انسان خاموشی کے ساتھ اس کو ٹھیک کر لیتا ہے۔

رحمت و ندامت: اسی طرح اگر کوئی بندہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ غفار وہی ہے، معاف کرنے والی ذات صرف خدا ہی کی ہے، اور جب آدمی اپنے گناہوں پر نظر کرتا ہے اور مانگتا رہتا ہے تو اس کی رحمت جوش مارتی ہے، جس کی حیثیت ایسی ہی ہے کہ کوئی شخص ہزار گناہ کر کے آئے، لاکھوں گناہوں میں ڈوب کر آئے تب بھی اس کے لئے اللہ کی ایک رحمت کا چھینٹا ہی کافی ہے، کیونکہ اس کی رحمت سمندروں سے بڑھ کر ہے، اسی لیے جس طرح اپنے اوپر ندامت ہونی چاہیے ویسے ہی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہونی چاہیے، کیونکہ یہ دونوں چیزیں بالکل لازم ملزوم ہیں، لہٰذا اگر کوئی شخص ندامت کے ساتھ، دل سے مانگے تو ضرور ملے گا، کیونکہ اللہ بخوبی جانتا ہے کہ بندہ کو شرم وجہ سے آنسو بہا رہا ہے، اسی لیے ایسے دو آنسو بھی سمندر سے بڑھ کر بتائے جاتے ہیں لیکن اگر کوئی شخص صرف زبان ہی سے کہہ رہا ہے لیکن دل میں احساس ندامت کچھ بھی نہیں ہے، تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا، البتہ دلی احساس ہو تو اللہ تعالیٰ معاف کرتا چلا جائے گا، اسی لیے ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بندہ جس سے بار بار گناہ ہوتا ہے اور وہ بار بار روتا ہے اور اس کے رونے کی ادا پسند ہو جاتی ہے تو وہ اللہ کا محبوب ہو جاتا ہے، اس لیے کہ جب ندامت جوش مارتی ہے تو وہ روتا ہے جس سے خدا کا محبوب ہو جاتا ہے، لہٰذا معلوم یہ ہوا کہ ہر وقت معافی مانگنی چاہیے۔ لہٰذا رمضان کے اس مبارک مہینہ میں کثرت توبہ واستغفار کرتے رہیے اللہ آپ پر رحمت کی چادر پھیلا دیں گے۔

مہر اور جہیز کی بے اعتدالیاں

مولانا محمد انعام الحق قاسمی

مقدارِ مہر کی تعیین میں بے اعتدالی نہ برتی جائے اس کی مقدار اتنی ہو کہ مرد بہ آسانی بغیر قرض لیے اسے ادا کردے۔

لَاتَغْلُوْا فِيْ مُهُوْرِ النِّسَآءِ لِتَكُوْنَ عَدَاوَةً (مسند احمد) عورتوں کے مہر کے معاملے میں اتنا غلو نہ کرو کہ عداوت کا سبب بن جائے۔ حضرت عائشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں اِنّ اَعْظَمَ النِّسَاءِ بَرَكَةً أَيْسَرُهُنّ صَدَاقاً (مسند احمد، بیہقی) سب سے زیادہ برکت والی خاتون وہ ہے جس کا مہر سہل اور آسان ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ زیادتی مہر کے بہت خلاف تھے، مہر کی زیادتی نہ عزت وشرف کی چیز ہوتی ہے، نہ ہی اللہ کے نزدیک تقوی و پرہیزگاری کا عمل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہ اوقیہ سے زیادہ کسی بیوی یا بیٹی کا مہر مقرر نہیں فرمایا۔ سوائے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے جن کے مہر کو نجاشی نے طے کیا تھا۔ اور اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہدیہ کے طور پر ادا کردیا تھا۔

قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے یہ صراحتاً ثابت ہے کہ مہر محض عورت کا حق ہے اور اسے نکاح کے بعد ادا کرنا لازم ہے، اگر یہ باقی رہ گیا تو یہ ایک قرض ہے جس کا ادا کرنا فرض ہوگا۔ جو معاف نہیں کیا جاسکتا یہاں تک کہ ایک حدیث کے مطابق قرض رکھنے والے شہید کو بھی معافی نہیں ہے۔ مہر کی ادائیگی میں اصل جلد از جلد ادا کرنا ہے۔ مہر کو ہتھیار کے طور پر استعمال کرنا کہ مہر کی مقدار اتنی زیادہ مقرر کردی جائے کہ مرد کبھی بھی اپنی عورت کو طلاق دینے کی ہمت نہ کرسکے اور خدانخواستہ اگر طلاق دیتا ہے تو بطور جرمانہ اسے یہ بھاری بھرکم رقم ادا کرنی پڑیگی، یہ قرآن کریم اور احادیث کی روح کے بالکل خلاف ہے۔

جہیز کی شرعی حقیقت: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لاڈلی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو چار چیزیں عنایت فرمائی تھیں، جیسا کہ صحیح احادیث میں ہے: اِنّ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وسلم لَمّا زَوّجَ فَاطِمَةَ بَعَثَ مَعَهَا بِخَمِيْلَةٍ وَ وِسَادَةٍ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيْفٌ وَ رَحَيَيْنِ وَسِقَاءَ وَجَرّتَيْنِ (مسند احمد، الحاکم، والنسائی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت فاطمہؓ کا نکاح کیا تو ان کے ساتھ ایک مخملی چادر، چمڑے کا تکیہ جس کے اندر کھجور کی چھال بھری تھی، دو چکیاں، ایک مشکیزہ اور دو چھوٹے گھڑے۔ جہاں تک معاملہ اس کے سنت ہونے کا ہے تو کسی طور پر اسے سنت کہنا درست نہیں ہے؛ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو بیٹیوں حضرت رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو حضرت عثمانؓ کے نکاح میں دیا تھا اور ان دونوں کو کوئی جہیز دینا احادیث میں وارد نہیں ہے؛ البتہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ہار حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو دینا احادیث میں آتا ہے، اگر جہیز دینا سنت ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام بیٹیوں کو بلاتفریق جہیز سے نوازتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نکاح کے وقت نہ آپ کا اپنا کوئی ذاتی گھر تھا اور نہ ہی کوئی ساز و سامان۔ جب آپؓ کے نکاح کی خبر حضرت حارث بن نعمان رضی اللہ عنہ نے سنی تو بخوشی اپنی سعادت سمجھتے ہوئے، اپنا ایک گھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رہنے کے لیے پیش کردیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت میں تھے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح فرمایا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے میری بیوی کے پاس جانے کی اجازت دیجیے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: هل عندك شيء تعطيها؟ اسے مہر میں دینے کے لیے تمہارے پاس کچھ ہے۔ میں نے عرض کیا: جی نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری حطمیہ زرہ کہاں ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میرے پاس ہے، تو فرمایا وہ اسے مہر میں دے دو (رواہ احمد، ابوداود، بیہقی) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی زرہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے 480 درہم میں فروخت کردی اور جاتے وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ زرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو از راہِ محبت تحفے میں مرحمت کردی۔ اسی زرہ کے پیسے سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر گرہستی کا سامان خریدا اور حضرت عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ حضرت علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ ان کے گھر تک جاؤ۔ اس حدیث سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ سارے سامان حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیسے سے خریدے گئے تھے، نہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جہیز میں دیا تھا اس کو جہیز لینے اور دینے کے لیے کسی طرح حجت نہیں بنایا جاسکتا ہے۔ جو لوگ داماد اور اس کے گھر والوں کو بغیر مطالبہ کے اپنی استطاعت کے مطابق بیٹی کو جو سامان دیتے ہیں وہ تحفہ اور ہدیہ ہے۔ مہر کے ساتھ جہیز میں دیے گئے تمام سامان کی مالک لڑکی ہے، اسے بلاشرکت غیر تصرف کا حق ہے۔

جہیز کی سماجی تباہ کاریاں: آج ہمارا معاشرہ طرح طرح کی برائیوں کی آماجگاہ بنتا جارہا ہے۔ جس کی وجہ سے امن وسکون، انسانیت، رواداری، انسان دوستی، آپسی الفت ومحبت اور بھائی چارگی کی لازوال دولت رخصت ہوتی جارہی ہے۔ آج ہمارے سماج کو جن داخلی برائیوں کا سب سے بڑا چیلنج ہے، ان میں سے ایک ''جہیز کی لعنت'' بھی ہے۔ جہیز ایک خطرناک کیڑے اور ناسور کی طرح بڑی تیزی کے ساتھ ہماری سماجی زندگی کی ہڈیوں کو گھلاتا جارہا ہے۔ جس کا ہمیں ذرہ برابر بھی احساس نہیں۔ رسمِ جہیز نے اپنے ساتھ سماجی تباہ کاری وبربادی کا جو نہ تھمنے والا طوفان برپا کیا ہے، اس نے برصغیر ہندو پاک کے معاشرہ کو تباہ کر رکھا ہے۔ آج ہماری سوسائٹی جہیز کی وجہ سے جن مصیبتوں میں گرفتار ہوتی جارہی ہے، وہ مختلف النوع ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے ہی ضرررساں پہلوؤں پر محیط ہیں۔ جن کو ہم ان مختلف قسموں میں بانٹ سکتے ہیں:

(۱) **خانہ تباہی:** اگر لڑکی اپنی حیثیت سے زیادہ جہیز لاتی ہے تو اس کے والدین اس قدر مقروض ہوجاتے ہیں کہ اس سے سبکدوشی کے لیے دن رات ایک کر کے اپنا چین وسکون برباد کرلیتے ہیں۔ اگر جہیز لڑکے والوں کے حسب منشا نہیں ہے تو لڑکی کو بے جا تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور طعن وتشنیع کی بوچھاڑ کرکے اس کا جینا دوبھر کردیتے ہیں، اگر لڑکی والے طاقتور ہیں تو پھر مقدمہ بازی کا ایک لامحدود سلسلہ شروع ہوجاتا ہے جس میں بسا اوقات کتنے ہی گھر تباہ وبرباد ہوجاتے ہیں۔

(۲) **مہر کی زیادتی:** جہیز کی لعنتوں کی مار جھیل رہا سماج اب کثرت مہر کی پریشانیوں سے دوچار ہوتا جارہا ہے؛ اس لیے کہ جب لڑکے والے جہیز کی خاطر اپنی حمیت وغیرت کا سودا کرنے پر بضد ہوجاتے ہیں تو پھر نکاح کے وقت لڑکی والے کی جانب سے مہر کی ایک خطیر رقم کی فرمائش ہوتی ہے؛ چونکہ لڑکے والے اپنی بے شرمی و بے حیائی کی وجہ سے مواقع گنوا چکے ہوتے ہیں، لہٰذا لڑکے کو مجبوراً قبول کرنی پڑتی ہے جو کہ لڑکے کی حیثیت سے زیادہ اور اس کی طاقت کے باہر ہوتی ہے۔ اور شریعت کے خلاف ہے۔ حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ خبردار عورتوں کے مہر میں زیادتی نہ کیا کرو؛ کیونکہ اگر یہ دنیا میں عزت اور اللہ کے نزدیک پرہیزگاری ہوتی تو اس کے سب سے زیادہ مستحق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے مجھے نہیں معلوم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہ اوقیہ سے زیادہ پر اپنی کسی بیوی سے نکاح کیا یا اپنی کسی بیٹی کا نکاح کرایا ہو۔ اگر کوئی عورت دھوکہ سے بھی مہر کا مطالبہ کر بیٹھتی ہے تو پھر اس کی خیریت نہیں ہے، شوہر کی ناراضگی اور غصہ کا سامنا تو اس کو کرنا ہی پڑتا ہے اوپر سے ساس، سسر، نند اور دیگر اہلِ خانہ کی جلی بھُنی بھی اس کو سننی پڑتی ہے؛ کیونکہ اس وقت اس کا مطالبہ شوہر اور اس کے اہل خانہ کی ناک اور انا کا مسئلہ چھیڑ دیتا ہے۔ لہٰذا کوئی عورت بھول سے بھی اس غلطی کو دہرانا نہیں چاہتی؛ حالانکہ مہر عورت کا شوہر پر جبری حق ہے، جس کا ادا کرنا شوہر پر واجب ہے، اگر ادا کیے بغیر شوہر مرجاتا ہے تو قیامت کے دن اس مرد سے اس کے بارے میں بازپرس ہوگی۔ بعض حالات میں زوجین کے مابین مزاج کی عدم موافقت یا بیوی کی بدچلنی اور بداخلاقی کے باوجود شوہر کثرت مہر کی وجہ سے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دے سکتا، پھر شوہر ایک مقید پنچھی کی طرح پھڑ پھڑا کر صبر وتحمل کا راستہ اختیار کرلیتا ہے۔ اگر کوئی باغیرت انسان اس طرح کی بدچلن عورت سے نجات حاصل کرنے کے لیے عزم مصمم کرلیتا ہے تو مہر کی اس خطیر رقم کو ادا کرنے میں اپنی ہر کوشش صرف کردیتا ہے، پھر نوبت مفلسی اور محتاجگی تک آ پہنچتی ہے۔ جس کا حاصل خانہ بربادی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

(۳) **کثرت طلاق:** رسم جہیز نے جو ہمارے سماج میں تباہی وبربادی کے دروازے کھولے ہیں، ان میں سے ایک کثرت طلاق ہے۔ آج کثرتِ جہیز کی لالچ میں طلاق دے کر اصول اسلام کا کھلا مذاق اڑایا جارہا ہے۔ اسلام نے ناگزیر حالت میں مرد کو طلاق کا اختیار دیا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اپنے ناجائز مطالبات کو منوانے کے لیے اس کو ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جائے۔ حدیث میں ہے: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم مَا أَحَلّ اللهُ شَيْئاً أَبْغَضَ مِنْ طَلَاقٍ (سنن ابوداود) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے جن چیزوں کو حلال کیا ہے، ان میں اللہ کے نزدیک طلاق سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے۔

(۴) **جنسی بے راہ روی:** اس ترقی پذیر سماج میں جنسی بے راہ روی میں جہاں مغربی تہذیب کا اہم رول ہے، وہیں رسم جہیز کا بھی بہت بڑا دخل ہے۔ جن کے دو بہت بڑے اسباب ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ شکمِ مادر میں لڑکیوں کی مسلسل قتل کی وجہ سے لڑکیوں کی تعداد میں حیرت انگیز کمی آتی جارہی ہے، اور اس کے مقابلہ میں لڑکوں کی تعداد میں دوگنا اضافہ ہورہا ہے۔

ایک رپورٹ کے مطابق پنجاب وہریانہ میں 2000 لڑکوں کے مقابلے میں لڑکیوں کی تعداد صرف 1200 ہے، کرناٹک میں 1000 لڑکوں کے مقابلے 965 لڑکیاں ہیں اور جھارکھنڈ میں 1500 لڑکوں کے مقابلے میں 1122 لڑکیاں ہیں، ایسے حالات میں جوانی کی حد کو پار کرنے والے کنوارے نوجوان اپنے جنسی جذبات سے مغلوب ہوکر راستہ چلتے، چوک چوراہے یا جہاں موقع ملے سماج کی عفت مآب بیٹیوں کی عصمت تارتار کرتے ہیں۔ دوسرے بعض غریب لوگ اپنی لڑکیوں کی شادی کے لیے جہیز اکٹھا کرنے میں اس قدر محو ہوجاتے ہیں کہ اسی درمیان لڑکی حدِ بلوغ کا آنگن چھلانگ چکی ہوتی ہے پھر جب اس کی جنسی خواہشات سر ابھارتی ہے تو بعض لڑکیاں پاکیزگی لٹا کر اپنے دامنِ عفت کو داغدار کرلیتی ہیں، ان میں سے بعض خودکشی بھی کرلیتی ہیں۔

(۵) **موت کی سوداگری:** آج جہیز کے نام پر ملت کی بے گناہ بیٹیوں کو جس طرح ہراساں کیا جارہا ہے، وہ انسانیت کا بڑا ہی شرمناک پہلو ہے، روزانہ صبح صبح آپ جب اخبار کی ورق گردانی کرتے ہیں تو جلی حرفوں میں دل دہلانے والی سرخیاں زینتِ نگاہ بنتی ہیں کہ فلاں جگہ کم جہیز لانے کے جرم میں بدن پر تیل ڈال کر آگ لگادیا گیا تو فلاں مقام پر گلا گھونٹ کر قتل کردیا گیا اور فلاں جگہ جہیزی بھیڑیوں کی ایذا رسانی سے تنگ آکر عورت نے خود ہی موت کو گلے لگالیا۔ دخترانِ ملت کی نسل کشی کا یہ سلسلہ زور پکڑتا جارہا ہے، نہ ملک کا قانون ان بے گناہوں کا مداوا بن رہا ہے اور نہ ہی حقوقِ نسواں کے علم بردار ادارے تحفظ فراہم کررہے ہیں۔ ہندوستان میں جہیزی چیتا کی بھینٹ چڑھنے والے صنفِ نازک کی جو تعداد ہمارے سامنے ہے، کسی ہوشمند اور حساس انسان کو تڑپا دینے کے لیے کافی ہے۔ ایک سروے کے مطابق ہمارے ہندوستان میں روزانہ 19 عورتیں جہیز کی بلی چڑھ جاتی ہیں۔ 2005ء کی رپورٹ کے مطابق ہر 77 منٹ پر ایک عورت جہیز کی سولی پر دم توڑتی نظر آتی ہے۔ کم جہیز لانے کی پاداش میں جو عورتیں موت کے گھاٹ اتار دی گئیں، ان کی ممکنہ اعداد وشمار ذیل میں درج ہے: 2003ء میں 6208 عورتیں، 2004ء میں 7026 عورتیں اور 2005ء میں 6787 عورتیں ان میں سے اکثر قتل کے واقعات اترپردیش، بہار، مدھیہ پردیش، آندھراپردیش، راجستھان، کرناٹک، اڑیسہ، ہریانہ اور تمل ناڈو میں واقع ہوئے، جہاں جہیزی اموات کی شرح بہت زیادہ ہے۔ سرکاری اعداد وشمار کے مطابق 2010ء سے لے کر آج تک ہر سال تقریباً 9000 نو ہزار سے زیادہ خواتین کو جہیز کے معاملے کے باعث قتل کردیا گیا۔

(۶) **عورتوں کی حق وراثت سے محرومی:** جہیز کے پیسے کو حلال بنانے کے لیے یہ بہانہ بنایا جاتا ہے کہ جو ہم جہیز میں لے رہے ہیں لڑکی اپنے والدین کے مال میں اتنے کا حق رکھتی ہے۔ یہ بالکل واہیات فلسفہ ہے۔ ترکہ تو مرنے کے بعد تقسیم ہوتا ہے، زندگی میں نہیں۔ ہندو لڑکی کے لیے وراثت کا حق تسلیم نہیں کرتے، اس لیے انہوں نے ڈوری اور تلک کی رسم ایجاد کرلی، مگر دینِ محمدی میں لڑکی بھی وراثت کا حق رکھتی ہے۔ پھر ہندوؤں کے طرز کو اپنانا اور خود کو مسلمان کہنا کہاں تک درست ہے؟ مسلمانوں میں جو لوگ بااثر، دین دار اور قومی جذبہ رکھنے والے ہیں انھیں حتمی طور پر اس جہیز کی لعنت کے خلاف صف آرا ہونا پڑے گا اور خصوصاً نوجوانوں کو اس راہ میں قربانی دینی پڑے گی اور جہیز خوروں کو مانگ سے روکنا پڑے گا؛ تاکہ بہت ساری دوشیزائیں بن بیاہی اپنے والدین کے کمزور کاندھوں پر بوجھ بن کر بیٹھی نہ رہ جائیں، آیئے ہم سب اس لعنت سے توبہ کریں اور اپنے گھر کو نمونہ عمل بنائیں۔

رمضان المبارک اور روزے کے تقاضے

شمیم اکرم رحمانی معاون قاضی امارت شرعیہ

رمضان عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں ''جھلسا دینے والا'' کہتے ہیں کہ عہد اسلام میں جب سب سے پہلے یہ مہینہ آیا تو سخت جھلسا دینے والی گرمی میں آیا تھا، جس کی وجہ سے رمضان کو رمضان کہا جانے لگا، البتہ بعض علماء ؒ کے نزدیک رمضان کو رمضان کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مہینے میں اپنی خاص رحمت سے روزہ داروں کے گناہوں کو جھلسا دیتےہیں اور معاف فرما دیتےہیں , رمضان کو رمضان کہنے کی وجہ چاہے جو بھی ہو، لیکن یہ بات تو طے ہے یہ مہینہ بندگان خدا کے لئیر حمت ومغفرت اور آگ سے آزادی کا پروانہ لے کر آتا ہے، اور انسان کو حقیقی معنوں میں انسان بننے کی ٹریننگ دے کر چلا جاتا ہے، یہ الگ بات ہے بندہ ٹریننگ لینے میں کتنی دلچسپی لیتا ہے؟ یا ٹریننگ لے کر زندگی میں کس قدر اسے برتتا ہے؟ مجھے بھی اس بات کا احساس ہے کہ رمضان المبارک کے ختم ہونے کے ساتھ ہی عموماً سب کچھ بظاہر پہلے جیسا ہی ہوجاتا ہے لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ رمضان المبارک کا مہینہ ایک ماہ کا خصوصی تربیتی کورس ہے جس میں انسانی جسم اور روح کی اصلاح اور بالیدگی کا تصور کارفرما ہے، یہی وجہ ہے کہ اس ماہ میں سرکش شیاطین قید کردیے جاتے ہیں تاکہ بندہ خدا کو خدا سے جڑنے میں شیطانی رخنہ اندازیوں کا سامنا نہ کرنا پڑے چنانچہ یہی ہوتا بھی ہے، اس ماہ میں اللہ کے مخصوص بندے بغیر کسی روک ٹوک کے احکام الٰہی پر مکمل کاربند ہوتے ہیں، بھوکا پیاسا رہ کر فرض نمازوں کے ساتھ ساتھ نوافل کا بھی اہتمام کرتے ہیں، تلاوت قرآن میں مصروف رہتے ہیں رات میں تراویح پڑھتے ہیں صدقہ وزکوٰۃ میں بقدر استطاعت حصہ لیتے ہیں، شب قدر کی تلاش میں پوری پوری رات جگ جاتے ہیں اور معاملہ یہاں تک پہونچ جاتا ہے کہ روزمرہ کے معمولات سے دست بردار ہوکر مسجد میں اعتکاف کی نیت سے بیٹھتے ہیں، جہاں نہ گھر کا الجھن ہوتا ہے نہ دنیاوی ٹینشن جہاں صرف خدا ہوتا اور اعتکاف کرنے والا وہ بندہ جو زبان حال سے بارگاہ خدا میں کہہ رہا ہوتا ہے کہ بقول جگر مرادآبادی:

غرض کسی سے نہ واسطہ مجھے کام اپنے ہی کام سے ☆☆ ترے ذکر سے ترے فکر سے تری یاد سے ترے نام سے

رمضان المبارک میں ایک طرف جہاں سرکش شیاطین قید کردیے جاتے ہیں تو وہیں عبادتوں کے ثوابوں میں ستر گنے کا اضافہ کردیا جاتا ہے جو تربیتی ماحول فراہم کرنے میں میں اہم کردار ادا کرتا ہے یہی وجہ ہے عام مسلمان بھی دوسرے ایام کی بالمقابل رمضان میں طاعتوں میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں، روزہ جیسی مشکل عبادت کو بسروچشم قبول کرتے ہیں، اور پورے مہینے کے روزے رکھتے ہیں، جو ماہ مبارک کی سب سے اہم عبادت ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف روزے کی فرضیت کی نشاندہی کی ہے، اور روزے رکھنے کے مقصد کو واضح فرمایا ہے، ارشاد باری ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (القرآن) ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو۔

مذکورہ آیت سے صاف ظاہر ہے کہ رمضان المبارک کے روزے فرض ہیں اور روزے جس طرح نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر فرض کیے گئے ہیں اسی طرح دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی امتوں پر بھی فرض کئے گئے تھے تاکہ قلب انسانی تقوی کی صفت سے آراستہ ہو، ممکن ہے لوگ یہ سوال کریں کہ بھوک اور پیاس برداشت کرنے سے تقویٰ کی صفت کیسے پیدا ہوسکتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بہتر نیتوں کے ساتھ بھوک وپیاس برداشت کرنے اور جماع سے باز رہنے کے نتیجے میں قوت بہیمیت کمزور ہوتی ہے اور قوت ملکوتیت میں اضافہ ہوتا ہے جو تقوی پیدا کرنے کے غالبا سب سے اہم ذرائع بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں لہذا روزے رکھنے کی وجہ سے انسانوں میں تقوی کی صفت کا پیدا ہونا ناقابل فہم بات نہیں ہے , بالفرض اگر ناقابل فہم بھی ہے تو خدائے وحدہ لاشریک کے لیے محال کیا ہے؟ وہ تو سب کچھ پر قادر ہے، اگر وہ روزے کا مقصد بیان کرتے ہو فرمارہے ہیں کہ روزے رکھنے کے نتیجے میں ایمان والے تقوی کی صفت سے آراستہ ہوجائیں گے تو بلاشبہ یہ وہ سچ جس پر یقین کرنا ایمان والوں کی ذمہ داری ہے، بقول ماہر القادری:

یہی ہے زندگی اپنی یہی ہے بندگی اپنی ☆☆ کہ ان کا نام آیا اور گردن جھک گئی اپنی

روزے کے بے شمار فضائل ہیں جو حدیث کی تمام کتابوں میں موجود ہیں، اہل علم کو ان فضائل سے آگاہ ہونا بھی چاہیے اور دوسروں کو آگاہ کرنا بھی چاہیے، کسی بھی چیز کی اس سے بڑی فضیلت اور کیا ہوسکتی ہے کہ اس کا بدلہ خدا براہ راست اپنے بندے کو عطا کرے، تمام عبادات میں روزے کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ خود اپنے بندے کو عطا فرمائیں گے ایک روایت میں اس کی وضاحت یوں کی گئی ہے: (كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ إِلَى مَا شَاءَ اللهُ، يَقُولُ اللهُ تَعَالَى: إِلَّا الصَّوْمُ فَإِنَّهُ لِي، وَأَنَا أَجْزِي بِهِ . (ابن ماجہ) ترجمہ: ''آدم کے بیٹے کا نیک عمل دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک آگے جتنا اللہ چاہے بڑھایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: روزہ اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ وہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا''

مذکورہ روایت نہ صرف یہ بتارہی ہے کہ روزے کا بدلہ براہ راست اللہ اپنے بندوں کو عطا فرمائے گا؛ بلکہ یہ بھی بتارہی ہے کہ روزے دار شخص خدا وحدہ لاشریک کو اپنی آنکھوں سے دیکھ بھی سکے گا، براہ راست بدلہ عطا کرنے کا مفہوم بجز اس کے اور کیا ہوسکتا ہے کہ خدا اور بندے کے درمیان حائل حجاب ختم ہوجائیگا، روزے داروں کے لئے زیارت خداوندی کا ثبوت واضح طور پر اس روایات سے ہوتا ہے جس میں روزے داروں کو ملنے والے دو پرمسرت لمحات کا تذکرہ موجود ہے، البتہ زیارت خداوندی کی کیفیت اور صورت کیا ہوسکتی ہے؟ اس کی وضاحت آیات وروایات میں نہیں کی گئی ہے لہذا اس بحث میں پڑنے کی ضرورت بھی نہیں ہے البتہ اطمینان قلب کے لیے اتنی سی بات دلوں میں جاگزیں کرلینا مناسب ہے کہ وہ خدا جو روزے داروں کو اپنی روئیت عطا فرمائیں گے وہی خدا اس کی کیفیت اور صورت بھی طے فرمائیں گے، بندہ خدا کے لئے اللہ تعالیٰ کا دیدار اتنی بڑی چیز ہے کہ اس کی عظمت کو بیان کرنے کے لیے فی الواقع میرے پاس الفاظ نہیں ہیں اور شاید کسی کے پاس نہ ہوں، اگر دیدار خداوندی کے علاوہ روزے کی کوئی فضیلت بیان نہیں کی جاتی تب بھی کوئی بات نہیں تھی، ایک عاشق خدا دیدار خداوندی کے لئے بھوک پیاس کیا سب کچھ برداشت کرتا ہی، حالانکہ احادیث کی کتابیں ماہ رمضان اور روزے کے فضائل ومناقب سے بھری ہیں، جن میں روزے داروں کا باب الریان سے جنت میں داخل ہونا، روزے داروں کے منھ کی بدبو کا اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہونا، روزہ رکھنے والوں کے پچھلے تمام گناہوں کا معاف ہونا، روزے کا جہنم کے بالمقابل ڈھال ہونا اور روزے کا بدلہ براہ راست خدا سے ملنا اہم ہیں؛ لیکن اس کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ ہر روزے داران انعامات کا مستحق ہوگا سچائی یہ ہے کہ ان انعامات کا مستحق وہ شخص ہوگا جنھوں نے رمضان المبارک میں زبان اور حلق پر پابندی عائد کرنے ساتھ ساتھ رمضان المبارک اور روزے کے تمام مطالبات اور تقاضوں کو بھی پورے کیے ہونگے ، اگر کسی نے روزہ رکھا ؛لیکن دوسرے گناہوں سے خود کو نہیں روکا تو روزے داروں کو ملنے والے انعامات کا وہ مستحق نہیں ہوسکتا ہے، آخر اللہ تعالیٰ کو یہ کیسے گوارا ہوسکتا ہے کہ بندہ رمضان کے مخصوص اوقات میں ان امور کی انجام دہی سے تو باز رہے جن کی انجام دہی عام دنوں میں جائز ہیں ؛لیکن ان امور میں خود کو مشغول رکھے جو عام دنوں میں بھی ناجائز ہیں، لہذا ایسے شخص کو کم از کم یہ سزا تو ملنی ہی چاہیے کہ ان کے روزے کے اثرات زائل کردیے جائیں اور روزے رکھنے والوں سے کہہ دیا جائے کہ'' اگر اسی طرح روزہ رکھنا ہے تو تمہارے بھوک اور پیاس کی کوئی ضرورت نہیں ہے'' چنانچہ یہی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بھی عن أبي هريرة رضي الله عنه أن النبيَّ صلى الله عليه وسلم قال: مَن لم يَدَعْ قولَ الزُّورِ والعملَ به والجهلَ، فليس للهِ حاجةٌ أن يَدَعَ طعامه وشرابه (البخاری)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر کوئی شخص جھوٹ بولنا اور غلط کام کرنا اور جہالت کی باتیں کرنا (روزے رکھ کر بھی) نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔

مذکورہ روایات کے علاوہ مزید ایسی متعدد روایات موجود ہیں جن کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ صرف بھوکا پیاسا رہنے سے روزے کا تحقق ہو تو جاتا ہے لیکن روزے کی حیثیت اس پھول سے زیادہ نہیں رہتی جس میں کوئی خوشبو نہ ہو، یا اس سراب سے زیادہ نہیں رہتی جو دور سے پانی نظر آئے۔

اس لئے عام انسان اور عام مسلمانوں ن کی ذمہ داری ہے کہ وہ روزہ رکھنے کے ساتھ ساتھ روزے کے تقاضوں کو سمجھیں اور انہیں پورے کرنے کی ہر ممکن کوششیں کریں، حرام خوری، بہتان تراشی، چغلخوری اور فرائض کی ادائیگی میں پہلوتہی سے مکمل اجتناب کریں حقوق کی ادائیگی پر مکمل توجہ مرکوز رکھیں اور دل میں اس بات کو بٹھائیں کہ ایک روزہ دار سر سے لے کر پیر تک روزے دار ہی ہوتا ہے، مبادا ایسا نہ ہو روزہ رکھنے کے باوجود انہیں بھوک اور پیاس کے علاوہ کچھ اور نہ ملے جیسا کہ بہتوں کا یہی حال ہے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: كم من صائم ليس له من صيامه الا الظمأ وكم من قائم ليس له من وقيامه الا السهر (دارمی) ترجمہ: بہت سے روزے دار ایسے ہیں جنہیں بھوک اور پیاس کے علاوہ کچھ اور نہیں ملتا اور بہت سے تہجد گزار ایسے ہیں جنہیں جگنے کے علاوہ کچھ اور نہیں ملتا۔

کانگریس رہنما راہل گاندھی کی پارلیمانی رکنیت منسوخ

بھارت کے سینیئر اپوزیشن رہنما راہل گاندھی کو ایک کیس میں دو سال کی سزا ہونے کے بعد ان کی پارلیمانی رکنیت منسوخ کردی گئی ہے۔ واضح رہے کہ کانگریس لیڈر راہل گاندھی کو سورت کی ایک عدالت نے ایک ہی دن قبل چار سال پرانے ہتک عزت کے مقدمے میں دو سال قید کی سزا سنائی تھی۔ حالانکہ راہل گاندھی کو 30 دن تک ضمانت حاصل ہے اور انھوں نے کہا ہے کہ وہ اس فیصلے کے خلاف اپیل کریں گے۔ راہل گاندھی 2019 کے پارلیمانی الیکشن میں کیرالہ کے وائناڈ علاقے سے رکن پارلیمان منتخب ہوئے تھے۔ ان کی جماعت کانگریس پارٹی نے عدالتی فیصلے کو غلط قرار دیا اور جمعہ کے دن اپوزیشن نے دارالحکومت دلی میں احتجاجی مظاہرہ بھی کیا۔ ویڈیوز میں دیکھا گیا کہ اپوزیشن رہنما ''جمہوریت خطرے میں ہے'' کی تحریر والے بینرز کے ساتھ پارلیمان کے باہر احتجاج کر رہے تھے۔ مقامی ٹی وی چینلز کے مطابق اپوزیشن ایوان صدر تک مارچ کرنا چاہتی تھی۔ ایوان بالا میں اپوزیشن رہنما ملیکارجن کھڑگے نے کہا کہ ''بی جے پی حکومت یہ نہیں چاہتی کہ پارلیمنٹ میں کوئی سچ بولے لیکن ہم پارلیمنٹ کے اندر اور باہر اپنی آواز اٹھاتے رہیں گے۔'' واضح رہے کہ بھارتی قانون کے مطابق اگر کسی رکن پارلیمان کو کسی معاملے میں دو برس یا اس سے زیادہ قید کی سزا دی جاتی ہے تو اس کی رکنیت فوراً ختم ہو جاتی ہے تاہم ابھی یہ واضح نہیں کہ راہل گاندھی آئندہ پارلیمانی انتخابات میں حصہ لینے کے مجاز ہوں گے یا نہیں۔ راہل گاندھی کی رکنیت خارج ہونے کے بعد کانگریس نے اپنے لائحہ عمل پر غور کرنے کے لیے جمعہ کی شام کانگریس کے صدر دفتر میں سینئر رہنماؤں کی ایک میٹنگ طلب کی ہے۔

راہل گاندھی کو سزا کیوں ہوئی؟: سال 2019 کا یہ معاملہ ''مودی سرنیم'' کے حوالے سے ان کے ایک تبصرے سے جڑا ہوا ہے۔ راہل گاندھی نے یہ بیان دیا تھا کہ ''تمام چوروں کا سرنیم مودی کیسے ہے؟ نیرو مودی، للت مودی، نریندر مودی۔ نیرو مودی ہیرے کے تاجر ہیں اور ملک سے فرار ہیں، للت مودی انڈین پریمیئر لیگ کے سابق چیف ہیں جن پر ملک کے کرکٹ بورڈ کی جانب سے تاحیات پابندی لگائی گئی تھی، راہل گاندھی کا موقف ہے کہ ان کا یہ بیان کرپشن کو اجاگر کرنا تھا نہ کہ کسی برادری کے خلاف۔ ان کے خلاف یہ کیس بی جے پی میں ہی شامل وکیل پرنیش مودی نے درج کرایا تھا جن کا یہ کہنا ہے کہ انھوں نے پوری مودی برادری کو اپنے بیان سے تکلیف پہنچائی ہے۔ معاملے کی سماعت کے دوران راہل گاندھی جمعرات کو سورت کی عدالت میں موجود تھے۔ راہل گاندھی کے وکلا کی ٹیم نے میڈیا کو بتایا کہ سماعت کے دوران راہل گاندھی نے کہا کہ وہ اپنے بیان سے کسی برادری کو تکلیف نہیں پہنچانا چاہتے تھے۔ 2019 میں لوک سبھا انتخابی مہم کے دوران، راہل گاندھی نے کرناٹک کے کولار میں ایک انتخابی ریلی میں مودی سرنیم والے لوگوں کے حوالے سے یہ بیان دیا تھا۔ اس وقت کانگریس کے صدر راہل گاندھی نے پی ایم مودی کو نشانہ بناتے ہوئے کہا تھا کہ ''چوکیدار سو فیصد چور ہے۔'' گزشتہ لوک سبھا انتخابات میں نریندر مودی نے خود کو ملک اور عوام کا ''چوکیدار'' بتا کر مہم چلائی تھی۔ یہ رافیل طیاروں سے متعلق سودے کے بارے میں تھا۔ راہل نے ریلی میں کہا 'آپ نے 30 ہزار کروڑ روپے چرائے اور اپنے دوست انل امبانی کو دے دیے۔ آپ نے 100 فیصد رقم چرائی۔ چوکیدار چور ہے، نیرو مودی، میہول چوکسی، للت مودی، مالیا، انیل امبانی اور نریندر مودی؛ چوروں کا ٹولہ ہے۔ اس کے بعد راہل نے طنزیہ انداز میں کہا 'میرا ایک سوال ہے، ان سب چوروں کے ناموں میں مودی، نیرو مودی، للت مودی اور نریندر مودی کیوں ہیں؟ ہمیں نہیں معلوم کہ ایسے اور کتنے مودی آئیں گے؟

رمضان خیر و برکت کا مهینه

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی

رمضان المبارک کا مہینہ خیر و برکت کا مہینہ ہے، ایمان وعبادت کا مہینہ ہے، مسلمان کو مسلمان بن کر اور اپنے اعمال کو خدا کی خوشنودی کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کا مہینہ ہے، دولت مند کو اپنی دولت مندی کے ذریعہ خدا کوراضی وخوش کرنے کا، اورغریب کو اپنی غریبی کے باوجود نیک عمل کرنے کا مہینہ ہے، یہ مہینہ آتا ہےتو فضا کو پُرنور بنا دیتا ہے، اہل ایمان میں مسرت کی لہر دوڑا دیتا ہے، مسلمانوں کی صبح وشام کےلوگ خلوص عمل کے ساتھ نیکی پر کاربند ہوتے ہیں، چھوٹی عمر کے افراد اس ماہ پُرلذت افطاری سے سرور لطف حاصل کرتے ہیں۔ اس کی قبل فجر کی سحریاں اوراس کے غروب شمس کی افطاریاں، اس کی راتوں کا ذکروعبادت، اس کے دنوں کی تلاوت، سب اس ماہ کی رونق کو دوبالا بناتی ہیں، پھران سب باتوں پر حاصل ہونے والا اجروہ مومن کے دل کو پُرسرور بناتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر مخصوص اجر کا وعدہ ہے۔

رمضان کا روزہ درحقیقت متنوع قسم کےاعمال کا مجموعہ ہے، اس میں مسلمان کو اپنے پروردگار کی رضاء کی طلب میں اپنے نفس کو مارنا پڑتا ہے، اس میں آخرت کے اجر کے لئے اپنے مال کو صرف کرنے کا، اپنے پروردگار کی یاد کو دل میں جگانے کے لئے نماز وتلاوت کا خاص موقع ملتا ہے، اپنی زبان کو خوبی اور نیکی کا پابند بنانے کا ماحول ملتا ہے، اپنے وقت کو ستھرے اور پاکیزہ کام کے ساتھ وابستہ کرنے کا داعیہ ملتا ہے اور نیک عمل کی توفیق ہوتی ہے۔

رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے شیاطین قید سلاسل کردیئے جاتے ہیں، شیاطین جن کا کام بس یہ ہے کہ وہ انسانوں کو اچھے کاموں سے برگشتہ بنائیں اور برے کاموں کے سبز باغ دکھائیں، اس ماہ میں اپنے اس ظالمانہ اورگندے کام سے روک دیئے جاتے ہیں، اس کے نتیجہ میں نیکی کرنے والوں کو نیکی کرنے میں آسانی ہوتی ہے اور برائی اختیار کرنے والوں کو برائی کی طرف مائل ہونے میں اتنا داعیہ نہیں باقی رہتا جتنا غیر رمضان میں ہوتا ہے۔

ہرانسان نفس ونفسانیت سے بھی مرکب ہے، انسان کا نفس لذت کوش اورراحت طلب ہوتا ہے اس میں طمع کا مادہ بھی ہوتا ہے اور خودغرضی کا جذبہ بھی، زندگی کی بہت سی برائیوں کو اختیار کرنے میں انسان کا نفس محرک بنتا ہے، اس میں شیطان کی کوشش پر ہی انحصار نہیں شیطان اس میں صرف بڑھاوا دیتا اور طاقت پہونچاتا ہے اور مزید بڑی برائیوں کی طرف مائل کرتا ہے اوران میں معاونت کرتا ہے۔ رمضان میں جو برائیاں کی جاتی ہیں وہ اس لئے کم ہوتی ہیں کہ...... وہ صرف نفس کے اثر سے ہوتی ہے ان کو شیطان کا سہارا نہیں ملتا۔

لیکن انسانی نفس بعض موقعوں پر اتنا قوی اور موٹا ہوجاتا ہے کہ اس کو اپنے برے اقدامات کے لئے شیطان کے سہارے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی، یہ نفس رمضان کے مہینہ میں بھی اپنا کام کرسکتا ہے اور کرتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے روزہ میں یہ بھی اثر رکھا ہے کہ وہ نفس کو کمزور کردے اوراس کو اس کے برے اثرات سے روکے اوراس کے اثر کو کم کردے، کیونکہ روزہ درحقیقت نفس کے خراب اثر کو توڑنے کا عمل ہے، انسان کا پیٹ جب خالی ہوتا ہے اور پیاس کا احساس ہوتا ہے تو برائیوں کی طرف اس کا رجحان کمزور ہوتا ہے، انسان میں بھرے پیٹ کے ساتھ...... غلط کاموں کی جو میلان ہوتا ہے وہ خالی پیٹ میں اورانسانی خواہش کی عدم تسکین کے موقع پر نہیں ہوتا، اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسم نے ایسے شخص کو جس کو نفسانی خواہش تلقین فرمائی تا کہ وہ اپنی خواہش پر غالب آسکے اوراس کی خاطر غلط کام میں مبتلا نہ ہوجائے۔ روزہ کی ساخت اللہ تعالیٰ نے ایسی بنائی ہے کہ وہ نیکیوں کی راہ بتاتا ہے اور گناہوں کی راہ روکتا ہے لیکن روزہ کے اثرات اوراس کی نیک فضا اسی وقت اپنا عمل کرتی ہے جب روزہ کو اس کے آداب اوراس کی مقررہ احتیاطوں کے ساتھ رکھا جائے وہ خدا کے لئے ہو، اپنے کسی مادی یا خودغرضانہ مقصد کے لئے نہ ہو، روزہ میں جو باتیں ممنوع قرار دی گئی ہیں ان سے پورا پرہیز ہو، اور روزہ کی فضاء کو قائم کرنے کے لئے جو اعمال بتائے گئے ہیں وہ اختیار کئے جائیں۔

روزہ یوں ظاہر میں فجر کے وقت سے غروب آفتاب کے وقت تک کھانے پینے اور ازدواجی عمل سے بچنے کا نام ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ جھوٹ سے، غیبت سے اور زبان وہاتھ کے دوسرے گناہوں سے مکمل پرہیز کا نام بھی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ کسی نے روزہ رکھا اور کھانے سے پرہیز کیا لیکن غیبت، جھوٹ جیسے کاموں سے پرہیز نہیں کیا تو اس کو کیا ضرورت تھی کہ وہ بھوکا پیاسا رہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایسے شخص کا روزہ بیکار گیا، اسی لئے بعض ائمہ فقہ کے یہاں جھوٹ بولنے اور غیبت کرنے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے لیکن سب ائمہ کے نزدیک ایسا نہیں ہے وہ کہتے ہیں کہ روزہ کا ظاہری عمل تو انجام پاجاتا ہے کیونکہ اصل شرط پوری ہوگئی لیکن اس کا ثواب جاتا رہتا ہے کیونکہ اس نے آداب کا لحاظ نہیں کیا۔ روزہ کو اللہ تعالیٰ نے نیکیوں کا موسم بنایا ہے اس میں جس قدر نیکی کرنے کی صورتیں بنتی ہیں دوسرے اعمال میں مشکل سے بنتی ہیں، اس میں تو ایک خود روزہ ایک بڑا عمل ہے، پھراس میں نمازیں ہیں، تلاوت قرآن مجید ہے، غریبوں کی مدد ہے، اور بلا قید اور ہروقت کھانے پینے سے روک ہے، اور زہد کی کیفیت اپنانے کا موقع ہے۔

پھر بطور مزید اس میں نیکی کرنے کا ثواب ستر گنا کردیا گیا ہے، غیر رمضان میں کی جانے والی ایک نیکی اور رمضان میں کی جانے والی ایک نیکی کے ثواب میں ایک اور ستر کا فرق ہے۔

پھر رمضان میں روزے رکھنا چونکہ تمام مسلمانو پر بیک وقت ضروری کیا گیا ہے اس لیے مسلمانوں کے معاشرہ میں اس پوری مدت میں ہرطرف ایک ہی فضا بن جاتی ہے اور وہ فضا نیکی کی، ہمدردی کی، نرم خوئی کی، آخرت طلبی کی اوراحتیاط وعبادت کی فضا ہوتی ہے۔ اسی لیے رمضان میں ان لوگوں کو جن کو بیماری یا سفر کے عذر کی وجہ سے روزہ موخر کرنے کی اجازت دی گئی ہے ان کو بھی یہ منع ہے کہ وہ برسرِ عام کھائیں... ان کو حکم ہے کہ سب سے علاحدہ جگہ ایسا کریں تا کہ روزہ کی فضا متأثر نہ ہو۔

رمضان دراصل نفس کو قابو کرنے اوراس کی بری طاقت کو کمزور کرنے کا ایک سالانہ تربیتی نظام ہے اس نظام سے ہر مسلمان کو سال میں ایک مرتبہ گزرنا پڑتا ہے، ضرورت ہے کہ جس طرح ہم زندگی کی ضروریات کے لئے کسی بھی سالانہ تربیتی کیمپ یا تربیت گاہ میں وقت توجہ وعمل کے ساتھ گذارتے ہیں رمضان کے اس نظام میں بھی اس کے آداب اوراحکام کے ساتھ وقت گزارا کریں تا کہ ہم اس سالانہ تربیت گاہ سے پوری طرح کامیاب ہوکر ایک صالح سچے مسلمان بن کر نکلا کریں۔

روزہ کی افادیت اور عنداللہ اس کی اہمیت کی یہ بڑی دلیل ہے کہ اللہ نے دوسرے اعمال کے مقابلہ میں اس سے اپنی پسندیدہ ظاہر کی ہے، حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بتایا گیا ہے کہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (روزہ کی فضیلت اوراس کی قدروقیمت بیان کرتے ہوئے) ارشاد فرمایا کہ: ”آدمی کے ہر اچھے عمل کا ثواب دس گنے سے سات سو گنے تک بڑھایا جاتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: روزہ اس عام قانون سے مستثنیٰ اور بالاتر ہے، وہ بندہ کی طرف سے خاص میرے لیے ایک تحفہ ہے، اور میں ہی (جس طرح چاہوں گا) اس کا اجروثواب دوں گا۔ میرا بندہ میری رضا کے واسطے اپنی خواہش نفس اور اپنا کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے (پس میں خود ہی اپنی مرضی کے مطابق اس کی قربانی اور نفس کشی کا صلہ دوں گا“۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو رمضان اوراس کے روزوں کی توفیق دے۔ آمین

زکوٰۃ اور صدقات کے آداب

صائمه بنت صغیر

زکوٰۃ خدا کی راہ میں جوبھی دیں محض خدا کی خوشنودی کے لئے دیں۔ کسی اورغرض سے دے کر اپنے پاکیزہ عمل کو ہرگز ضائع نہ کریں۔ یہ آرزو ہرگز نہ رکھیں کہ جن کو آپ نے دیا ہے وہ آپ کا احسان مانیں، آپ کا شکریہ ادا کریں اور آپ کی بڑائی کا اعتراف کریں۔ مومن اپنے عمل کا بدلہ صرف اپنے خدا سے چاہتا ہے۔ قرآن پاک میں مومنوں کے جذبات کا اظہار اس طرح کیا گیا ہے ”ہم تم کو خالص وجہ اللہ کھلا رہے ہیں نہ تم سے صلے کے طلب گار ہیں اور نہ شکر گزاری کے۔“ (الدہر)

☆ نمود ونمائش اور دکھاوے سے پرہیز کیجئے۔ ریا کاری اچھے سے اچھے عمل کو خاک میں ملا دیتی ہے۔

☆ زکوٰۃ کھلم کھلا دیجئے، تا کہ دوسروں میں بھی فرض ادا کرنے کا جذبہ ابھرے۔ البتہ دوسرے صدقات چھپا کر دیجئے۔ تا کہ زیادہ سے زیادہ اخلاص پیدا ہو۔ خدا کی نظر میں اسی عمل کی قیمت ہے جو اخلاص کے ساتھ کیا گیا ہو۔ قیامت کے ہیبت خیز میدان میں جب کہ کہیں سایہ نہ ہوگا، خدا اپنے اس بندے کو عرش کے سائے میں رکھے گا جس نے انتہائی پوشیدہ طریقوں سے خدا کی راہ میں خرچ کیا ہوگا۔ یہاں تک کہ بائیں ہاتھ کو یہ خبر نہ ہوگی کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ (بخاری)

☆ خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے بعد نہ احسان جتایئے اور نہ ان لوگوں کو دکھ دیجئے جن کو آپ دے رہے ہیں۔ دینے کے بعد محتاجوں اور ناداروں کے ساتھ حقارت کا سلوک کرنا، ان کی خودداری کو ٹھیس لگانا، ان پر احسان جتا کر ان کے ٹوٹے ہوئے دلوں کو دکھانا اور یہ سوچنا کہ وہ آپ کا احسان مانیں، آپ کے سامنے جھکے رہیں، آپ کی برتری کو تسلیم کریں، انتہائی گھناؤنے جذبات ہیں۔ مومن کا دل ان جذبات سے پاک ہونا چاہیے۔ خدا کا ارشاد ہے: مومنو! اپنے صدقے وخیرات کو احسان جتا جتا کر اور غریبوں کا دل دکھا کر، اس شخص کی طرح خاک میں نہ ملا دو جو محض لوگوں کو دکھانے کے بعد خرچ کرتا ہے۔ (القرآن)

☆ خدا کی راہ میں دینے کے بعد فخر وغرور نہ کیجئے۔ لوگوں پر اپنی بڑائی نہ جتایئے، بلکہ یہ سوچ سوچ کر لرزتے رہیے کہ معلوم نہیں خدا کے یہاں میرا یہ صدقہ قبول بھی ہوا یا نہیں۔ خدا کا ارشاد ہے: ”اور وہ لوگ دیتے ہیں (خدا کی راہ میں جو بھی دیتے ہیں) اوران کے قلوب اس خیال سے لرزتے ہیں کہ ہمیں خدا کی طرف پلٹنا ہے۔ (المومنون)

فقیروں اور محتاجوں کے ساتھ نرمی کا سلوک کیجئے نہ ان کو ڈانٹئے، نہ ان پر رعب جمایئے اور نہ ان پر اپنی برتری کا اظہار کیجئے۔ سائل کو دینے کے لئے اگر کچھ نہ ہو تب بھی نہایت نرمی اور خوش اخلاقی سے معذرت کیجئے تا کہ وہ کچھ نہ پانے کے باوجود خاموشی سے دعا دیتا ہوا رخصت ہوجائے۔ قرآن میں ہے: ”اگر تم ان سے اعراض کرنے پر مجبور ہو جاؤ۔ اپنے رب کے فضل کی توقع رکھتے ہوئے تو ان سے نرمی کی بات کہہ دیا کرو اور مانگنے والے کو جھڑکی نہ دو۔“ (القرآن)

☆ خدا کی راہ میں، کشادہ دلی اور شوق کے ساتھ خرچ کیجئے۔ تنگ دلی، کڑھن اور زبردستی کا تاوان سمجھ کر نہ خرچ کیجئے۔ فلاح وکامرانی کے مستحق وہ لوگ ہوتے ہیں، جو بخل، تنگ دلی اور خست جیسے جذبات سے اپنے دل کو پاک رکھتے ہیں۔

☆ خدا کی راہ میں حلال خرچ کیجئے، خدا صرف وہی مال قبول فرماتا ہے جو پاک اور حلال ہو۔ جو مومن خدا کی راہ میں دینے کی تڑپ رکھتا ہے وہ بھلا یہ کیسے گوارا کرسکتا ہے کہ اس کی کمائی میں حرام مال شامل ہو۔ خدا کا ارشاد ہے: ”اے ایمان والو! خدا کی راہ میں اپنی پاک کمائی خرچ کرو۔“ (القرآن) ”تم ہرگز نیکی حاصل نہ کرسکو گے جب تک وہ مال خدا کی راہ میں نہ دو جو تمہیں عزیز ہے۔“ (آل عمران) صدقے میں دیا ہوا مال آخرت کی دائمی زندگی کے لئے جمع ہو رہا ہے۔ بھلا مومن یہ کیسے سوچ سکتا ہے کہ وہ اپنی ہمیشہ کی زندگی کے لئے خراب اور ناکارہ مال جمع کرائے۔

☆ زکوٰۃ واجب ہونے پر دیر نہ لگایئے۔ فوراً ادا کرنے کی کوشش کیجئے، اور اچھی طرح حساب لگا کر دیجئے کہ خدانخواستہ آپ کے ذمہ کچھ رہ نہ جائے۔

☆ زکوٰۃ اجتماعی طور پر ادا کیجئے اور اس کے خرچ کا انتظام بھی اجتماعی طور پر کیجئے۔ اور بہتر یہ ہے کہ بیت المال میں جمع کرایئے تا کہ وہاں سے مستحقین تک پہونچ سکے۔

ماہر دین وسیاست، ایک بلند حوصلہ قائد

مولانا رضاء الرحمان رحمانی

مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ ایک بڑے بلند پایہ ومعتبر عالم دین تھے، جامعہ رحمانی مونگیر کے ساتھ کئی نامور دینی اداروں کے سرپرست رہے، اورانہیں ترقی دی، ہندوستان کی زندہ خانقاہ خانقاہ رحمانی کے سجادہ نشیں رہے، اورلاکھوں گم گشتہ راہ انسانوں کو ہدایت کی راہ دکھائی، جب مسلمانوں کی اعلیٰ تعلیمی میدانوں میں موجودگی نہیں کے برابر ہوگئی، تو رحمانی ۳۰ قائم کیا، اور مسلم بچوں اوربچیوں کو آئی آئی ٹی، میڈیکل، سی اے، وکالت وغیرہ کی تیاری کراکے ان اہم میدانوں میں کامیابی کے بند باب کھولے، آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ نے آپ کی جنرل سکریٹری شپ میں بابری مسجد اورتین طلاق کا مقدمہ بے جگری سے لڑا، امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ نے آپ کے دورامیری ہی میں دین بچاؤ دیش بچاؤ کی تاریخی ریلی گاندھی میدان پٹنہ میں منعقد کی، جس نے شکست حوصلہ مسلمانوں کو حوصلہ شکن حالات میں بڑا حوصلہ عطا کیا، اور ریاست سے لے کر دہلی کی سرکار تک پر اس کا اچھا خاصہ اثر پڑا، آپ نے مختلف جہات سے دین وملت کی خدمت کی اور کمزور مسلمانوں کو مضبوط بنانے کی کوشش کی۔

آزاد ہندوستان میں وہ مسلمانوں کے بڑے معتبر اور کامیاب قائدوں میں گذرے ہیں، امت کی کامیاب قیادت کے پیچھے جہاں مدرسہ کے ماحول وہاں کے نظام تعلیم اور اساتذہ کی محنت رہی ہے، وہیں خانقاہی نظام زندگی کا اثر اور بزرگوں کی نسبت اور تربیت کا فیض رہا ہے، ساتھ ہی دو دہائی سے زیادہ سیاسی گلیاروں میں رہ کر زندگی کے زیروبم اور نشیب وفراز کے سمجھنے اور برتنے کا عمل دخل بھی رہا ہے۔

وہ ۱۹۷۴ء میں بہار قانون ساز کانسل کے ممبر بنائے گئے اور ۱۹۹۶ء تک لگاتار ۲۲/سال تک اس کے ممبر رہے، دوبار ڈپٹی چیرمین کے عہدہ پر بھی فائز ہوئے اور شاندار انداز میں کانسل چلا کر بھی دکھائی، اس دوران انہوں نے بے شمار ملی ودینی کام کیے، پٹنہ کے رہنے والے سکریٹریٹ سے ریٹائرڈ افسران جناب مصطفیٰ ربانی اور جناب غلام ربانی بتاتے ہیں کہ بہار میں دو ہی مسلم لیڈر کے زمانے میں مسلمانوں کا کام ہوا، ایک کا نام مولانا محمد ولی رحمانی ہے اور دوسرے کا نام غلام سرور ہے، پٹنہ ہی کے ایک صاحب نے بتایا کہ میں وقف کے آفس میں کام کرتا تھا، وقف کی جائداد کی حفاظت کے سلسلہ میں ان کا کارنامہ بے مثال رہا ہے، حیات ولی میں ان کا خود کا بیان نقل کیا گیا ہے، کہ ''ایم ایل سی ہونے کے تھوڑے عرصہ بعد ۱۹۷۵ء میں وقف بل آیا، میں نے اس پر بڑی محنت کی اور بل پر کم وبیش ۱۹/ترمیمیں میں نے کردیں'' ایم ایل سی ہوتے ہوئے انہوں نے مسلمانوں پر ہورہے مظالم کے خلاف بڑی جرأت کے ساتھ آواز بلند کی، ایمرجنسی کے دوران کا ایک واقعہ حیات ولی میں ان کی زبانی اس طرح نقل کیا گیا ہے ''زمانہ ایمرجنسی کا تھا، ہر تھانہ میں ڈیفنس آف انڈیا رول کے فارم پر دستخط کیے ہوئے کاغذات رکھے ہوتے تھے، انسپکٹر صاحب یا داروغہ صاحب کی جبین نازک جس شخص سے شکن آلود ہوتی، وہ DIR میں جیل کی ہوا کھاتا تھا، آفتاب نامی ایک نوجوان شیخپورہ کے قریب کے رہنے والے پٹنہ یونیورسٹی میں پڑھتے تھے، پڑھنے میں ٹھیک ٹھاک تھے، گھر آئے کسی دن راستہ میں داروغہ صاحب مل گئے، کہنے لگے کہ پانچ من آلو بھجوا دیجئے، آفتاب نے جواباً کہا کہ یہ سب فرمائش ابا سے کیجئے گا، مجھ سے یہ زیادتی برداشت نہیں ہوگی، چند دنوں بعد آفتاب جیل پہونچ گئے، الزام یہ لگایا گیا کہ وہ جماعت اسلامی کے سرگرم رکن ہیں، میں نے پوری بات جگن ناتھ مشرا سے کہی، انہوں نے کہا کہ میں رپورٹ منگواتا ہوں، دو ہفتے بعد میں نے یاددہانی کرائی، تو انہوں نے کہا کہ وہ جماعت اسلامی کا بھینکر اکٹیوسٹ ہے، میں نے کہا معاملہ جماعت اسلامی کا نہیں آلو کا ہے، آپ نے راجو سنگھ کی سفارش پر کئی لوگوں کو چھوڑا ہے، ایک میرے کہنے سے چھوڑ دیجئے، انہوں نے بھی آپ کو لکھ کر دیا ہے، میں بھی لکھ کر ضمانت لے رہا ہوں، میں نے آفتاب کی رہائی کے لیے ۲۸/ایم ایل اے وایم ایل سی کے دستخط سے درخواست دی تب جاکر آفتاب کی رہائی ہوئی۔''

وہ صاف ستھری سیاست کے قائل تھے، انہوں نے سیاست کو شجر ممنوعہ نہیں قرار دیا تھا، وہ بانی امارت شرعیہ حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب کی سیاسی فکر سے اتفاق رکھتے تھے، جنہوں نے نامساعد حالات میں سیاسی جماعت کھڑی کی، اور جن کی پارٹی کے ٹکٹ پر ان کے والد بزرگوار حضرت مولانا منت اللہ صاحب رحمانیؒ نے الیکشن لڑا، اور تاریخی جیت حاصل کرکے بڑا ملی کام کیا، فکر سجاد پر روشنی ڈالتے ہوئے، امارت کے تحت ہونے والے ایک سمینار میں انہوں نے اپنے سیاسی فکر کا کھل کر اظہار کیا ہے، انہوں نے کہا تھا ''آزادی سے پہلے جب ہندوستان کا سیاسی نقشہ تیار کیا جارہا تھا، حضرت سجاد کی دوٹوک رائے تھی کہ سیاسی بصیرت کا استعمال ضروری ہے، اور سیاسی جدوجہد کے بغیر کام نہیں چل سکتا، اس لیے انہوں نے پارلیمانی سیاست کی راہ اپنائی، مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی بنائی، الیکشن کے میدان میں لوگوں کو اتارا، اور حکومت بناکر اقلیت بالخصوص مسلمانوں کے وزن کو محسوس کرایا'' سیاست میں مسلمانوں کی شراکت داری کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا ''دور جمہور میں سیاسی وزن نہ ہو تو راہیں بہت طویل اور منزل دور بہت دور ہوجاتی ہے، اس لیے اقتدار کے دروازہ پر دستک دینے کے لیے سیاسی لگام اپنے ہاتھ میں رہنی چاہئے'' مسلم جماعت کی سیاست سے کنارہ کشی پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا ''حضرت سجاد کے بعد اجتماعی کاموں کے لیے ہماری جو بھی بڑی جماعت کھڑی ہوئی، اس نے پہلے مرحلہ میں یہ اعلان کردیا کہ اسے سیاست سے کوئی تعلق نہ ہے، اور نہ ہوگا، پارلیمانی نظام والے ملک میں کسی بھی اجتماعی کام کرنے والے ادارہ اور ملت کی ترجمانی کرنیوالی جماعت کا سیاست سے تعلق نہ ہو یہ وہ حسن بیان ہے، جس کے سامنے سچائیوں کو منہ چھپانا پڑتا ہے'' ۔پارلیمانی نظام والے ملک میں سیاست سے علیحدگی کے کیا نقصانات اٹھانے پڑتے ہیں، آج سے ۲۳/سال پہلے انہوں نے عمائدین ملت کو اس طرف متنبہ کرتے ہوئے کہا تھا ''یاد رکھئے، جس ملک میں ہم اور آپ سانس لے رہے ہیں، اور جہاں ایک واضح حکومتی نظام ہے، سیاسی جماعتیں ہیں، پارلیمانی جمہوریت ہے، وہاں سیاسی وزن کے بغیر ملت کی پروقار زندگی اور مضبوط معاشرہ کا تصور نہیں کیا جاسکتا، اور اب جیسے جیسے سیاست میں صالح روایتوں اور اخلاقی قدروں کا زوال ہوتا جارہا ہے، ملک میں مسلمانوں کی سیاسی بے وزنی زیادہ محسوس حقیقت بنتی جارہی ہے، آج حکومت بن رہی ہے، ٹوٹ رہی ہے، مگر ہم آپ بحیثیت ملت کہیں نہیں ہیں، یاد رکھئے اگر آپ میں اقتدار کو متاثر کرنے کی صلاحیت نہیں ہوگی، تو آپ اسلامی معاشرہ کی حفاظت نہیں کرسکتے، اور مسلمانوں کا دینی اور اجتماعی تشخص بھی برقرار نہیں رکھ سکتے، آج اقلیتوں کے نام پر پورا ڈرامہ رچا جارہا ہے، مگر انہیں کوئی پوچھ نہیں رہا ہے، اور نہ وہ پوچھوانے کی صلاحیت پیدا کررہے ہیں، اور جب وہ اس الٹ پھیر میں باوزن نہیں ہیں، تو حکومت میں بھی باوزن نہیں ہوسکتے، اور نہ اپنے حقوق کو اس الٹ پھیر کے پیچ سے حاصل کرسکتے ہیں۔ بڑے ادب کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ اگر خدمت کرنی ہے، اجتماعی کام کرنے ہیں، ملت کی نمائندگی اور ترجمانی کرنی ہے، تو سیاست سے پنجہ آزمائی کرنی ہوگی، اپنے وجود اور حقوق کے لیے، آئینی سماجی دینی سیاسی اور اجتماعی حقوق کے لیے۔ جتنے دھوکے پچھلے پچاس برسوں میں سیاسی جماعتوں نے ملت اسلامیہ کو دیئے ہیں، ان کا سبق یہی ہے، کہ سیاسی عمل کی طرف ملت کے قدم بڑھیں'' (حضرت سجاد ص ۱۰/۱۲)

حضرت سجاد کی آڑ میں ان کی یہ واضح فکر بتاتی ہے کہ وہ سیاست کے استاد کامل تھے، سیاست کی گہرائیوں سے انہیں بڑی واقفیت تھی، ملت کے لیے سیاست میں شراکت کو وہ امر عظیم سمجھتے تھے، اور عدم شراکت کے مستقبل میں ہونے والے خوفناک نتائج سے اچھی طرح باخبر تھے، آج سے ۲۳/سال پہلے انہوں نے ملت اسلامیہ کو باخبر کردیا، اور ملت اور ملت کے نمائندوں کی توجہ اس طرف مبذول کرائی، مگر کوئی خاطر خواہ توجہ نہیں ہوئی، موجودہ صورتحال کا جائزہ لے لیجئے، اس پارلیمانی نظام والے ملک میں مسلمان کس طرح دھیرے دھیرے حاشیہ پر کیے جارہے ہیں، آج کوئی پارٹی ان کے حقوق کی بات دور ہے، ان کا نام لینے سے بھی کترا رہی ہے۔

آج سیاست کے تالاب میں بڑی گندگی آگئی ہے، اس کے ذمہ دار ہم اسلام کے ماننے والے بھی ہیں، ہماری سیاست سے دوری کا یہ نتیجہ ہے، وہاں حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بااخلاق بامروت اور اسلام کے ترجمان اب عنقاء ہیں، اگر نام کے چند مسلمان ہیں بھی تو وہ مسلمانوں کے نمائندہ کم اور پارٹی کے وفادار زیادہ ہیں، ہمارے حضرت کانگریس میں ہوتے ہوئے بھی نہ کبھی اسلام سے سمجھوتا کیا، نہ اصول سے ہٹے، نہ ملت کے مسائل سے ہی چشم پوشی کی، ہمیشہ ملت کا نمائندہ بن کر دین وملت کی خدمت کرتے رہے۔ یورپ کی سیاست کے استاذ اول میکاولی نے حیلہ گیری اور دھوکہ دہی کو دنیائے سیاست کا شریف فن بنادیا، جسے دیکھ کر سیاست میں ہر طرح کے جھوٹ فریب اور مکاری کو لوگوں نے ہنر سمجھنا شروع کردیا، مگر ہمارے حضرت نے ایک طویل عرصہ تک سیاست کے ان مکار استاذوں کے درمیان رہ کر اپنے عمل سے بتایا کہ اسلام کا ماننے والا اس سیاست کو جہنمی سمجھتا ہے، اس لیے وہ اقبال کی زبان میں ایسے سیاست داں کو ابلیس کی ذریت سمجھتا ہے، انہوں نے اپنے طویل سیاسی سفر میں اپنے قول وعمل سے یہ باور کرایا کہ ہم جھوٹ نہیں بول سکتے، اس لیے کہ خدا ہمیں سن رہا ہے، ہم دھوکہ نہیں دے سکتے، کیونکہ خدا ہمیں دیکھ رہا ہے، ہماری سیاست ہمارے دین کے تابع ہے، اقبال نے ایسی ہی سیاست کے بارے میں کہا تھا۔

جلال بادشاہی ہو کہ جمہوری تماشہ ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

۲۲/سال کے طویل سیاسی سفر نے انہیں ایک منجھا ہوا سیاست داں بنادیا تھا، وہ سیاسی لہروں کو گننے اور پہچاننے لگے تھے، اپنے طویل تجربہ کی روشنی میں وہ کہتے تھے، عوام کی بات لیڈر اس وقت سنیں گے جب عوام انہیں اٹھ بیٹھ کرائے گی۔ اگر عوام نے انہیں اٹھ بیٹھ کرانا چھوڑ دیا تو وہ عوام کو اٹھ بیٹھ کرانے لگیں گے، چنانچہ ایک ہی پارٹی اور لیڈر کو بار بار جتانے کے فارمولہ کے برے نتائج آج ہمارے سامنے ہیں، آج دلی کی گدی پر جو سرکار براجمان ہے، صحیح بات یہی ہے کہ وہ اصل میں الیکٹو ڈکٹیٹر شپ ہے، وہاں بیٹھے لوگوں کو یہ غرور ہے کہ مذہب کے نام پر طاقت اور دولت کے بل بوتے الیکشن میں کامیاب ہوجائیں گے، اس لیے عوام کے مفاد کو نظر انداز کیا جارہا ہے، اور غیر ضروری مسائل میں عوام کو الجھا کر ضروری مسائل سے اس کے توجہ کو پھیرا جارہا ہے، آج بھارت کی عوام پریشان ہے، درد سے کراہ رہی ہے۔ مہنگائی، بے روزگاری کا بے تحاشہ سیلاب ہے، مگر سرکار مذہبی جذبات بھڑکا کر لوگوں کی توجہ اصل مسئلہ سے ہٹانے میں مصروف ہے۔

وہ بڑے قدآور سیاسی لیڈر تھے، ملت کے مفاد کے لیے انہوں نے اپنے اس قد کا بھرپور استعمال کیا، ایک موقعہ پر ہمارے بعض بزرگوں سے سادہ لوحی میں ایک ایسے کاغذ پر دستخط کرالیا گیا، جو نہیں ہونا چاہئے تھا، سب کی نگاہ ان کی طرف اٹھنے لگی، انہوں نے اپنے سیاسی اثر ورسوخ کا استعمال کیا، کچھ ہی لمحے میں وہ دستخط شدہ کاغذ سامنے تھا، اور ایک بڑا مسئلہ حل ہوگیا، اسی طرح وزارتی گروپ کی رپورٹ جس میں مدارس کو دہشت گردی کا مرکز بتایا گیا تھا، ابھی پارلیمنٹ میں پیش بھی نہیں ہوئی تھی، کہ ان کے پاس آگئی، اور انہوں نے سرکار کی بری نیت کو طشت ازبام کردیا۔ امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کی آج جہاں مرکزی عمارت ہے، اس زمین پر مورتیاں رکھی ہوئی تھیں، آپ ہی کا جگر تھا کہ راتوں رات آپ نے اسے پھینکوا دیا، اور بھی ایسی بہت ساری مثالیں ہیں، جہاں انہوں نے اپنے سیاسی اثر ورسوخ کا استعمال کرکے ملت اور ملت کے فرزندوں کی آبرو بڑھائی، سیاست میں اسی بلندی کا نتیجہ تھا کہ ایک پارٹی نے بہار میں ان کو نائب وزیر اعلیٰ بنائے جانے کا پرزور مطالبہ کیا، اور اپنی حمایت کی شرط یہی رکھی۔

وہ کہنہ مشق سیاست داں تھے، انہیں صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر ذاکر حسین سے ملنے اور بہت کچھ سیکھنے کا موقعہ ملا تھا، وہ مولانا آزاد کے خیال سے خود کو قریب محسوس کرتے تھے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی فکر نے انہیں متأثر کیا تھا، والد ماجد مولانا منت اللہ رحمانی کی تربیت نے ان میں جلا بخش دی تھی، اس لیے انہوں نے ہندوستان کے جمہوری نظام کو بہت اچھی طرح سمجھا اور پرکھا تھا، مسلمانوں کی کمزوری کو دیکھ کر وہ چاہتے تھے کہ مسلمان اس ملک میں اپنا سیاسی وزن بڑھائیں اور اپنے ووٹ کی قدر وقیمت پہچانیں، اس کے لیے انہوں نے دلت مسلم اتحاد کی بھی کوشش کی، لنگایت طبقہ سے بھی قربت بڑھائی، مگر کامیابی نہ دیکھ کر اپنے قدم واپس کھینچ لیے۔

الیکشن کی تیاری کس طرح کی جاتی ہے، اس پر بھی ان کی رہنمائی موجود ہے، مولانا منت اللہ رحمانی سمینار دربھنگہ میں مولانا ظہیر احمد لکھنوی کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے فرمایا تھا ''دیکھئے، ساون بھادو میں اگر کوئی روپنی نہیں کرتا ہے، تو کٹنی کے وقت کچیا لے کر اپنے کھیت میں جانے کی اسے کوئی گنجائش نہیں ہوتی ہے، اس لیے اگر الیکشن کی تیاری آپ نے پچھلے پانچ دس برس میں کی ہوتی تو آج کچیا لے کر جاسکتے تھے، لیکن آپ نے پہلے کوئی تیاری ہی نہیں کی، تو قوم کی قیادت کیسے کرسکتے ہیں۔''

کتنے پتے کی بات انہوں نے کہی، ہم ٹھیک الیکشن سے پہلے الیکشن کے لیے تیار ہوتے ہیں، پہلے سے ہماری کوئی تیاری نہیں ہوتی، کوئی پلاننگ نہیں ہوتی، جب کہ دوسرے لوگ ایک الیکشن جیتتے نہیں ہیں کہ دوسرے کی تیاری میں لگ جاتے ہیں، بڑا سے بڑا ہو یا چھوٹا سے چھوٹا الیکشن اس کی تیاری ہمیں برسوں قبل سے کرنی چاہئے، حضرت کے بقول ہمیں پہلے روپنی کرنی چاہئے، یعنی لوگوں کی خدمت کرنی چاہئے، لوگوں کے دلوں میں اپنی جگہ بنائی چاہئے، تب کٹنی کی امید رکھنی چاہئے، ہماری کمزوری یہ ہے کہ ہم روپنی کے وقت سوئے رہتے ہیں، اور کٹنی کے وقت چاہتے ہیں، کہ ہمیں اچھا نتیجہ ملے، یہ کیسے ممکن ہے۔ ٹھیک ہے، اب الیکشن میں روپئے پیسے اور طاقت کی اہمیت بڑھ گئی ہے، لیکن لمبی پلاننگ، لوگوں کی خدمت، برسوں کی محنت اور لوگوں کے دلوں میں اپنا اثر پیدا کرنے کی ضرورت اب بھی پہلے کی طرح مسلم حقیقت ہے۔

آج ہمارے درمیان حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ نہیں ہیں، لیکن ان کی سیاسی فکر ہمارے درمیان ہے، ایک جمہوری ملک میں ہمیں اپنا ملی وجود اور دینی تشخص کے بقا کے لیے کیا کرنا چاہئے، حضرت نے ہماری بھرپور رہنمائی کی ہے، ضرورت ہے کہ ہم حضرت کے پیغام کو پڑھیں، سمجھیں، برتیں اور اس کی روشنی میں اپنی زندگی کا سیاسی سفر شروع کریں، سیاست کو شجر ممنوعہ ہرگز نہ سمجھیں، خاص طور سے علماء طبقہ سیاسی میدان میں آگے آئیں، تاکہ دین وملت کی بہتر سے بہتر خدمت ہوسکے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ اور ان کے چھوڑے ہوئے نقوش پر ہم سبھوں کو چلنے کی توفیق دے۔ (آمین)

سورج ہوں زندگی کی رمق چھوڑ جاؤں گا
میں ڈوب بھی گیا تو شفق چھوڑ جاؤں گا

اسلامی لباس کے چند رہنما اصول

مولانا شمشاد احمد مظاہری

دین اسلام کی ہدایات اور تعلیمات زندگی کے کسی خاص شعبہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں، بلکہ ان کا تعلق تمام شعبہائے زندگی سے ہے، اس لئے یہ بات ناممکن ہے کہ شریعت نے ہماری معاشرت اور رہن سہن کے متعلق کوئی رہنمائی نہ کی ہو، اسلامی شریعت باطن کے ساتھ ظاہر کو بھی درست رکھنے کا مطالبہ کرتی ہے، خواہ لباس و پوشاک میں ہو یا خورد ونوش میں، اگر چہ ان سب کا تعلق ظاہر سے ہے، لیکن ان سب کا اثر باطن پر بھی پڑتا ہے، چنانچہ بعض لباس انسانی طبیعت میں کبر ونخوت کا بیج بوتے ہیں اور بعض تواضع وانکساری پیدا کرتے ہیں اور بعض لباس اسراف اور فضول خرچی کا سبب بنتے ہیں۔

البتہ شریعت نے کسی ایک خاص لباس کی تعیین کر کے یہ نہیں فرمایا کہ ہر شخص کے لئے اسی طرح کا لباس ضروری ہے اور جو ایسا لباس نہ پہنے وہ خارج از اسلام ہے، اس لئے کہ یہ حقیقت بالکل عیاں ہے کہ ہر جگہ کے موسم اور ضروریات کے لحاظ سے لباس مختلف ہوسکتا ہے لیکن اسلام نے لباس کی کچھ حدود اور اصول مقرر کئے ہیں جن کی ہر حال میں رعایت از حد ضروری ہے۔ وہ حدود یہ ہیں:

(۱) لباس اتنا چھوٹا، باریک یا چست نہ ہو کہ وہ اعضاء ظاہر ہو جائیں جن کا چھپانا واجب ہے۔

(۲) مرد زنانہ لباس اور عورتیں مردانہ لباس نہ پہنیں۔

(۳) مرد شلوار تہ بند اور پائجامہ وغیرہ اتنا نیچا نہ پہنیں کہ ٹخنے یا ٹخنوں کا کچھ حصہ اس میں چھپ جائے۔

(۴) لباس میں کافروں اور فاسقوں کی نقالی اور مشابہت اختیار نہ کریں۔

(۵) اپنی مالی استطاعت سے زیادہ قیمت کے لباس کا اہتمام نہ کریں۔ مالدار شخص اتنا گھٹیا لباس نہ پہنے کہ دیکھنے والے اسے مفلس سمجھیں۔

(۶) فخر ونمائش اور تکلف سے اجتناب کریں۔

(۷) لباس صاف ستھرا ہونا چاہئے، مردوں کے لئے سفید لباس زیادہ پسند کیا گیا ہے۔

(۹) مردوں کو اصلی ریشم کا لباس پہننا حرام ہے۔

(۱۰) خالص سرخ لباس پہنا مردوں کیلئے مکروہ ہے، کسی اور رنگ کی آمیزش ہو، یا دھاری دار ہو تو مضائقہ نہیں۔

لباس کا ساتر ہونا ضروری ہے

شرعی لباس کا اصول یہ ہے کہ وہ ساتر ہو، یعنی جن اعضاء کا چھپانا واجب ہے ان کو چھپانے والا ہو، اللہ جل شانہ فرماتے ہیں: ''یَا بَنِی آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا وَلِبَاسُ التَّقْوَى ذَلِكَ خَيْرٌ'' (الاعراف)۔ اے آدم کے بیٹو اور بیٹیو! ہم نے تمہارے لئے ایسا لباس نازل کیا جو تمہارے جسم کے ان حصوں کو چھپا سکے جن کا کھولنا برا ہے اور جو خوشنمائی کا ذریعہ بھی ہے، اور تقویٰ کا لباس تمہارے لئے سب سے بہتر ہے۔

امام ابوبکر جصاصؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''وقد اتفقت الامة علىٰ معنىٰ ما دلت عليه الآية من لزوم فريضة ستر العورة'' (احکام القرآن: ۴/۲۰۴) یعنی اس آیت کے مفہوم پر علمائے امت کا اتفاق ہے کہ ستر کو چھپانا فرض ہے۔ علامہ ابن عابدینؒ فتاوی شامی میں رقم طراز ہیں: ''اعلم أن الكسوة منها فرض، وهو ما يستر العورة'' (شامی، کتاب الحظر والاباحۃ: ۶/۳۵۱) اتنا لباس فرض ہے جو ستر کو ڈھانپ دے، عورت کا پورا بدن ستر ہوتا ہے، لہذا مکمل بدن کو ڈھانپنا ضروری ہے۔

عورتوں کے لئے باریک لباس کی ممانعت

لباس اتنا ہلکا اور باریک نہ ہونا چاہئے کہ جسم اندر سے نظر آئے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں: اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائیں اور انہوں نے باریک لباس زیب تن کیا ہوا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے منہ موڑ لیا (مشکوۃ، ص: ۳۷۷)۔

دوپٹہ باریک نہ ہو

حضرت علقمہ بن ابی علقمہ اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حفصہ بنت عبد الرحمان اماں عائشہ کے پاس آئیں، انہوں نے باریک دوپٹہ اوڑھ رکھا تھا، حضرت عائشہؓ نے اسے پھاڑ دیا اور انہیں موٹا دوپٹہ اوڑھایا (مشکوۃ، ص: ۳۷۷)۔

دراصل کپڑے کا اصل مقصد ستر پوشی ہے، اس لئے جو کپڑا اس مقصد کو پورا نہیں کرتا ہو، اس کپڑے کا پہننا جائز نہیں ہوگا، مرد ہوں یا خواتین ایسے کپڑے پہنیں کہ جسم کا کوئی ایسا حصہ کھلا رہ جائے جس کا ستر واجب ہے اور وہاں ایسے لوگ موجود ہوں جن سے ستر کرنا چاہئے جائز نہیں، البتہ اگر عورت محرم کے درمیان ہو اور کوئی ایسا حصہ کھلا ہو جس کے محرم کے سامنے کھلے رہنے کی اجازت ہے جیسے گھر میں سر کھلا ہوا ہو تو اس کی گنجائش ہے (عالمگیری: ۵/۳۳۳) لیکن از راہ تربیت اس سے بھی منع کرنا چاہئے، کیونکہ جو لڑکیاں اس کی خوگر ہو جاتی ہیں وہ محرم اور غیر محرم کی تمیز باقی نہیں رکھتیں (قاموس الفقہ ۲/ ۵۷۸)۔

حضرت دحیہ بن خلیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرتبہ قبطی کپڑے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے ایک قبطی کپڑا مجھ کو عنایت کیا اور فرمایا: کہ اس کو پھاڑ کر دو ٹکڑے کر لینا، ان میں سے ایک کا کرتا بنا لینا اور دوسرا اپنی اہلیہ کو دیدینا وہ اس کا دوپٹہ بنا لے گی، پھر جب میں واپس ہونے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی بیوی کو ہدایت کر دینا کہ قبطی کپڑے کے نیچے ایک اور کپڑا لگا لے تا کہ اس کپڑے کے باریک ہونے کی وجہ سے جسم نظر نہ آئیں (مشکوۃ، کتاب اللباس، ص: ۳۷۶)۔

باریک لباس کی ممانعت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: دوزخیوں کے دو گروہ ایسے ہیں جنہیں میں نے نہیں دیکھا (یعنی ابھی تک ان کا ظہور نہیں ہوا، بعد میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے) ایک گروہ تو ان لوگوں کا ہے جن کے ہاتھوں میں گائے کی دم کی مانند کوڑے ہوں گے جس سے وہ لوگوں کو ناحق ماریں گے اور دوسرا گروہ ان عورتوں کا ہے جو بظاہر کپڑے پہنے ہوئے ہوں گی، مگر حقیقت میں ننگی ہوں گی، وہ مردوں کو اپنی طرف مائل کریں گی، اور خود مردوں کی طرف مائل ہوں گی، ان کے سر بختی اونٹ کے کوہان کی طرح ہلتے ہوں گے، ایسی عورتیں نہ تو جنت میں داخل ہوں گی اور نہ جنت کی بو پا سکیں گی، حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی اتنی دور (پانچ سو میل کی مسافت سے) آتی ہے (مسلم، کتاب اللباس: ۲/ ۲۰۵)۔

اس حدیث شریف میں دوسری پیشین گوئی کا تعلق ایسی عورتوں سے ہے جو درج ذیل صفات والی ہوں گی۔

(۱) کپڑے پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی، یا تو اس وجہ سے کہ کپڑا باریک ہوگا، یا یہ کہ پورا بدن ڈھانکا نہ گیا ہوگا۔ جیسے بلاؤز کہ اس سے پیٹ اور پیٹ کا حصہ کھلا رہتا ہے یا کھل جاتا ہے، اسی طرح فراک، منی اسکرٹ ہے۔ یا اس وجہ سے کہ لباس اتنا تنگ اور چست ہوگا کہ بدن کی پوری ہیئت نمایاں ہو رہی ہوگی۔

(۲) حسن وخوبصورتی اور فیشن کی وجہ سے مردوں کو اپنی طرف دیکھنے کی اور لذت پانے کی دعوت دیں گی۔

(۳) وہ خود بھی مردوں کے قریب جائیں گی، ان کی طرف خواہش سے متوجہ ہوں گی یعنی مائل کریں گی اور خود بھی مائل ہوں گی۔

(۴) ان کے سر بختی اونٹوں کے کوہان کی طرح ہوں گے، یعنی سر پر بالوں کو فیشن سے اونچا کریں گی جس سے سر اونچا اور خوبصورت ہو جائے گا۔

(۵) سر ہلا ہلا کر فیشن کی نمائش کرتی ہوئی مٹکتی ہوئی چال بناتی ہوئی چلیں گی۔

ایسی عورتیں جنت تو دور کی بات ہے، اسکی خوشبو بھی نہیں پائیں گی، چنانچہ ایسی عورتیں آج کل کے دور میں پائی جا رہی ہیں، جن پر یہ علامتیں منطبق ہو رہی ہیں۔

عورتوں کے مردوں جیسا لباس پہننے پر وعید

عورتوں کو مردوں جیسا لباس پہننا اور مردوں کی وضع قطع اختیار کرنا حرام ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد پر لعنت فرمائی جو زنانہ لباس پہنے اسی طرح اس عورت پر بھی لعنت فرمائی ہے جو مردانہ لباس پہنے۔

دور حاضر میں پینٹ، پتلون، جینس اور ٹی شرٹ وغیرہ مردانہ لباس کا چلن خواتین میں بھی چل نکلا ہے، یاد رہے! ایسا لباس اختیار کرنے والی خواتین پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے، نیز گھر اور خاندان کے وہ سرپرست جو اپنی خواتین کو فحاشانہ اور غیر شرعی لباس کی آزادی دیدیتے ہیں، اور اپنی عورتوں کی آزادروی پر سختی نہیں برتتے وہ دعید کے مستحق ہیں اور حدیث میں ان کو ''دیوث'' کہا گیا ہے، چنانچہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین شخص جنت میں داخل نہ ہوں گے: (۱) والدین کا نافرمان (۲) دیوث۔ جو عورتوں کی اجنبیوں سے مخالطت میں ڈھیلا ہو (۳) عورتوں کی طرح لباس اختیار کرنے والا ہو۔

فٹ اور چست لباس

لباس ایسا تنگ اور باریک نہ ہو کہ اس سے بدن یا بدن کی بناوٹ نمایاں ہو، ایسا لباس جو جسم کے ابھار اور پوشیدہ اعضاء کی نمائش کا باعث بنے، قلت حیاء کی علامت ہے، جس سے حجاب و وفا ختم ہو جاتی ہے، مسلمان عورت قطعا اس کو پسند نہیں کرتی کہ اپنے جسم کے اعضاء کی نمائش کراتی پھرے۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مصری پاپلین پہننے کے لئے عنایت کی، یہ کپڑا حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ میں دیا تھا، میں نے اسے اپنی اہلیہ کو دیدیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معلوم فرمایا: کیا بات ہے تم نے وہ پاپلین کیوں نہیں پہنی؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ تو میں نے اپنی اہلیہ کو پہننے کے لئے دیدی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس سے کہہ دینا کہ اس کے نیچے استر لگا لے، مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ اس کے بدن کی ہڈیوں کی ساخت کو نمایاں نہ کر دے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایسا لباس جو بدن کی بناوٹ اور ابھار کو نمایاں کر دے وہ غیر شرعی اور غیر اسلامی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ عورتوں کو قباطی کپڑے پہننے سے منع فرماتے تھے، لوگوں نے کہا کہ ان کپڑوں سے بدن چھلکتا نظر نہیں آتا تو آپ نے فرمایا: اگر چہ ان کپڑوں میں بدن چھلکتا نظر نہیں آتا لیکن جسم کے اعضاء کی ہیئت تو معلوم ہوتی ہے (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵/۱۶۴)۔

ہفتۂ رفتہ

محمد اظہار

مہر بند لفافہ پیش کرنے پر سپریم کورٹ ناراض

سپریم کورٹ نے مرکزی حکومت کو 'ون رینک ون پنشن' (OROP) کے تحت بقایاجات ادا کرنے کی ہدایت دی ہے۔عدالت نے واجبات کی ادائیگی پر مہر بند لفافے میں دیئے گئے مرکزی حکومت کے نوٹ کو قبول کرنے سے انکار کردیا۔عدالت نے کہا کہ اس نوٹ کو دوسرے فریق یعنی ریٹائرڈ فوجیوں کے وکیل کے ساتھ بھی شیئر کرنا ہوگا۔ چیف جسٹس ڈی وائی چندر چوڑ، جسٹس پی ایس نرسمہا اور جے بی پاردی والا کی بنچ او آر او پی کے تحت بقایاجات کی ادائیگی کے لئے انڈین ایکس سروس مین موومنٹ کی درخواست پر سماعت کر رہی تھی۔ بنچ نے کہا کہ 'ہمیں سپریم کورٹ میں اس بند لفافے والے چلن کو بند کرنا ہوگا۔ یہ بنیادی طور پر غیر جانبدارانہ انصاف کے عمل کے نظام کے خلاف ہے۔' خبر رساں ایجنسی پی ٹی آئی کے مطابق سی جے آئی چندر چوڑ نے کہا کہ 'میں ذاتی طور پر سیل بند لفافوں کے رواج کے خلاف ہوں۔عدالت میں شفافیت ہونی چاہیے۔ یہ احکامات کو نافذ کرنے کے بارے میں ہے۔اس میں رازداری کیا ہوسکتی ہے۔' (ایجنسی)

رمضان میں مسلم ملازمین کو نتیش حکومت نے دی راحت

بہار کے وزیر اعلیٰ جناب نتیش کمار کی خصوصی دلچسپی اور ہدایت کے نتیجے میں ریاستی حکومت کے سبھی زمرے اور درجے کے ملازمین کو رمضان میں بڑی راحت دی گئی ہے جس کے تحت انہیں مقررہ وقت سے ایک گھنٹہ پہلے دفتر آنے اور جانے کے وقت سے بھی ایک گھنٹہ پہلے دفتر سے رخصت ہونے کی اجازت دے دی گئی ہے۔محکمہ انتظامات عامہ نے اس سلسلے میں نوٹیفکیشن جاری کردیا ہے۔محکمہ کے پرنسپل سکریٹری ڈاکٹر بی راجندر کے دستخط سے جاری نوٹیفکیشن حکومت بہار کے سبھی محکموں، سبھی صدر شعبہ، ڈی جی پی، سبھی ڈویژنل کمیٹی اور سبھی ضلع مجسٹریٹ کو ای میل سے بھیجا گیا ہے اور انہیں ہدایت دی گئی ہے کہ محکمہ انتظامات عامہ کے دفتری حکم 349 مورخہ 11.12.2000 کے ذریعہ رمضان کے مہینے میں مسلم سرکاری ملازمین کے دفتری اوقات میں فیصلہ نوٹیفائی کیا گیا ہے کہ حکومت کے ذریعہ مسلم ملازمین و افسران کی سہولت کے پیش نظر رمضان میں مقررہ وقت سے ایک گھنٹہ پہلے دفتر و کام پر آنے اور مقررہ وقت سے ایک گھنٹہ پہلے دفتر چھوڑنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ یہ حکم مستقل طور پر ہر سال کے لئے نافذ رہے گا۔واضح ہو کہ رمضان المبارک میں مسلم ملازمین کو افطار سے ایک گھنٹہ قبل رخصت دینے کے سلسلہ میں امارت شرعیہ سے وزیر اعلیٰ بہار، چیف سکریٹری اور مائنورٹی کمیشن کو خط لکھا گیا تھا، جس پر فوری کارروائی کرتے ہوئے حکومت نے یہ اعلان کیا۔

مرکز اور سپریم کورٹ میں پھر تکرار

تقریباً دو ماہ تک نرمی اور مفاہمت کے ماحول کے بعد اب ایک بار پھر مرکزی حکومت اور سپریم کورٹ کے مابین تکرار شروع ہوگئی ہے۔ دونوں نے ایک دوسرے کو آئین کا سبق پڑھایا ہے۔ وزیر قانون کرن رجو نے انتظامیہ و عدلیہ سمیت مختلف اداروں کو اس کے حدود بتائے اور تعجب کا اظہار کرتے ہوئے سوال کیا کہ جج انتظامی تقرریوں کا حصہ بنتے ہیں تو عدالتی کام کون کرے گا؟ رجو نے سپریم کورٹ کے ذریعہ حال ہی میں دی گئی ایک ہدایت کے بارے میں پوچھے گئے سوال کے جواب میں یہ باتیں کہیں۔ واضح ہو کہ کورٹ کی ایک بنچ نے حکومت کو ہدایت دی ہے کہ نیا قانون بننے تک چیف الیکشن کمشنر اور دیگر الیکشن کمشنروں کا انتخاب کرنے کے لئے وزیر اعظم، چیف جسٹس آف انڈیا اور لوک سبھا میں حزب اختلاف کے رہنما پر مشتمل سہ رکنی کمیٹی تشکیل کرے۔ وزیر قانون نے انڈیا ٹوڈے کنکلیو میں کہا کہ الیکشن کمشنروں کے تقرر کا مرحلہ آئین میں دیا گیا ہے۔ پارلیمنٹ کو ایک قانون بنانا ہے جس کے مطابق تقرر کیا جاتا ہے۔ وہ مانتے ہیں کہ اس کے لئے پارلیمنٹ میں ابھی کوئی قانون نہیں۔ وہ سپریم کورٹ کے فیصلہ کی مذمت نہیں کر رہے ہیں اور نہ ہی اس کے نتائج کے بارے میں بات کر رہے ہیں۔ وزیر قانون نے یہ بھی کہا کہ آئین میں 'لکشمن ریکھا' بہت واضح ہے۔ ان کا ماننا ہے کہ جج انتظامی کاموں میں سرگرم ہوتے ہیں تو انہیں مذمت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مان لیجئے کہ آپ چیف جسٹس یا ایک جج ہیں، آپ ایک انتظامی مرحلہ کا حصہ ہیں جس پر سوال اٹھیں گے، پھر یہ معاملہ آپ کی عدالت میں آئے گا۔ کیا آپ ایسے معاملے میں فیصلہ کرسکتے ہیں، جس کا آپ حصہ ہیں۔ (روزنامہ ہمارا سماج، پٹنہ)

بقیہ رمضان کے شب و روز..........

10۔تمام امور میں اخلاصِ نیت

رمضان المبارک کی تمام عبادتوں میں اللہ کی رضا، اس کی خوشنودی مقصود ہو، ہر طرح کے نام و نمود اور نمائش و دکھاوے سے اپنے اعمال کو بچائیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔" یعنی اللہ تعالیٰ نیتوں کے اعتبار سے عمل کا ثواب طے فرماتا ہے۔ اہل ثروت حضرات زکواۃ وصدقات کی ادائیگی میں نام و نمود سے خاص طور سے اپنے آپ کو بچائیں۔

الغرض اس مہینہ کا ہر لمحہ بڑا قیمتی ہے، ان قیمتی لمحات کی قدر کرنی چاہئے، اللہ کی رحمت اس مہینہ میں جس طرح بے پناہ برستی ہے، اس طرح کسی اور مہینہ میں نہیں برستی، ان رحمتوں سے اپنے دامن مراد کو بھرنا چاہئے، کاہلی، سستی، نفس پروری، اور بے کار کاموں میں اتنا سنہرا موقع ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ اپنے آپ کو روزہ کے علاوہ خیر کے کاموں میں، نماز و تلاوت، ذکر و تراویح، تہجد، اعتکاف، صدقات و خیرات، ضرورت مندوں کی مدد، حاجت مندوں کی حاجت روائی وغیرہ میں مشغول رکھے، تب جاکر روزہ کا اصلی حق ادا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سبھوں کو رمضان المبارک کی برکتوں اور اپنی خاص رحمتوں سے مالامال فرمائے اور اس مبارک مہینے کی قدردانی نصیب فرمائے، آمین یارب العالمین۔

طب وصحت

بڑھتے ہوئے ذہنی امراض

انسانی جسم قدرت کی ایک شاہکار مشین ہے، جس کا نظام بہت پیچیدہ ہے۔اس کا ہر عضو اس مشین کا ایک پُرزہ ہے اور اس کا اپنا ایک کام ہے، جو وہ خودکار طریقے سے سرانجام دیتا ہے۔ دل، دماغ، جگر، پھیپھڑے، معدہ، پتا، گردے، کان، ناک اور آنکھ سب ایک خودکار نظام کے تحت ہمہ وقت مصروف عمل رہتے ہیں۔ یہ تمام اعضا، یعنی پرزے پیدائش سے لے کر موت تک کام کرتے رہتے ہیں۔

جس طرح کسی مشین کا کوئی پرزہ خراب ہوجائے تو مشین اپنا کام کرنا چھوڑ دیتی ہے، یعنی جسم کا کوئی عضو خراب ہوجائے تو پورا جسمانی نظام متاثر ہو جاتا ہے اور جسم کی کارکردگی میں فرق آجاتا ہے۔اسی طرح دماغ جسم کا اہم ترین عضو ہے، جو کنٹرول روم کا کام کرتا ہے۔بھوک کا لگنا، پیاس کا لگنا، نیند کا آنا، بولنا اور چلنا پھرنا وغیرہ، غرض ان تمام افعال کا تعلق دماغ سے ہے، لہٰذا جب دماغ میں کوئی خرابی ہوتی ہے تو یہ تمام افعال متاثر ہوتے ہیں، اس کو ہم ذہنی مرض یا ذہنی امراض کہتے ہیں۔

ان امراض کی تشخیص بھی مشکل ہوتی ہے اور علاج بھی: آج سائنس کی بے انتہا ترقیوں نے مرض کو سمجھنا آسان بنا دیا ہے، مگر چونکہ ذہنی امراض کی مخصوص کیفیات ہوتی ہیں، اس لئے یہ اکثر کسی ٹیسٹ میں ظاہر نہیں ہوتے، لہٰذا ان کا علاج مشکل ہوتا ہے۔ذہنی امراض کے ماہرین کے مطابق لاکھوں لوگ ذہنی امراض میں مبتلا ہیں، جن کے اسباب میں گھریلو جھگڑے، حساسیت، تشدد، دفتری سیاست، توہین آمیز رویے، معاشی مسائل، بے روزگاری، مہنگائی اور خاندانی مسائل شامل ہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ ایک صحت مند دماغ ہی صحت مند جسم کا مالک ہوتا ہے، یعنی صحت مند دماغ اور صحت مند جسم لازم وملزوم ہیں اور صحت مند افراد ہی دنیا میں ترقی کی منازل طے کرتے ہیں۔ایک صحت مند دماغ سے مراد یہ ہے کہ وہ دوسروں کے بارے میں مثبت سوچ رکھے، اپنی ذمے داریاں پوری کرے، روزمرہ کے مسائل سے نبرد آزما ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو اور معمولاتِ زندگی ترتیب کے ساتھ خوش اسلوبی سے سرانجام دیتا ہو۔

آج کل جن ذہنی امراض کا زور وشور ہے، ان میں اضمحلال و افسردگی (ڈپریشن)، بے چینی و بے قراری (اینگزائیٹی) پراگندہ ذہنی یعنی اسکیز و فرینیا، ذہنی دباؤ اور اعصابی تناؤ شامل ہیں۔ دنیا میں 30 فیصد لوگ ذہنی امراض میں مبتلا ہیں۔عالمی ادارہ صحت کے مطابق مستقبل میں یہ ذہنی امراض موت کی سب سے بڑی وجہ بن سکتے ہیں۔مختلف قسم کے مسائل و حالات اور عوامل ذہنی دباؤ اور اعصابی تناؤ کو جنم دیتے ہیں۔

مطب کے مشاہدات کے مطابق ذہنی دباؤ اور اعصابی تناؤ اس دور کے سب سے عام امراض ہیں، لوگ ان سب کو اضمحلال و افسردگی کا نام دیتے ہیں، جو درست نہیں ہے۔اضمحلال و افسردگی کا مرض موڈ ڈس آرڈر (Mood Disorder) کہلاتا ہے۔اس مرض میں انسان پر اُداسی اور مایوسی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، جس کی علامات مایوسی، بے ہمتی، رونا دھونا، ناامیدی، بے چینی اور تنہائی ہوسکتی ہیں۔

اس کیفیت کا شکار انسان اپنے تمام عزیز واقارب اور سرگرمیوں کو چھوڑ کر خودکشی کے بارے میں سوچنے لگتا ہے۔ بے چینی و بے قراری، یعنی اینگزائیٹی بلاوجہ کی پریشانی، خوف وگھبراہٹ اور ہر وقت کے مسائل کے حوالے سے فکر مند رہنے والا ایک عارضہ ہے۔اگر کوئی فرد اینگزائیٹی میں مبتلا ہے تو یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ مضمحل و افسردہ بھی ہو، تاہم اینگزائیٹی کا مسلسل شکار رہنے والے اضمحلال وافسردگی، یعنی ڈپریشن میں مبتلا ہوسکتے ہیں۔

اصل میں معاشرے میں رہنے والے ہر فرد کے مختلف مسائل ہوتے ہیں، جن سے نبرد آزما ہونا پڑتا ہے، مثلاً گھریلو جھگڑے، ازدواجی زندگی کے مسائل، والدین سے خراب تعلقات، پسند کے خلاف شادی، میاں بیوی میں ناچاقی اور جسمانی بیماری وغیرہ۔ان مسائل سے نبرد آزمائی میں بعض لوگ جلد مایوس ہوجاتے ہیں، اس طرح وہ اینگزائیٹی میں گرفتار ہو جاتے ہیں اور پھر رفتہ رفتہ ڈپریشن میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔

ایسے لوگوں کی زبان پر یہ جملے ہوتے ہیں کہ میری زندگی بے مقصد ہے، ایسی زندگی سے تو مرجانا ہی بہتر ہے اور میں گھر اور دنیا پر بوجھ ہوں۔ ایسی باتیں کرنے والے لوگ ذہنی طور پر بیمار رہنے لگتے ہیں اور بالآخر ذہنی مرض کا شکار ہوجاتے ہیں۔عہدِ حاضر میں سوشل میڈیا بھی ذہنی صحت پر اثر انداز ہو رہا ہے اور موبائل و انٹرنیٹ کا بے تحاشا استعمال بھی لوگوں کو تنہا کر رہا ہے۔

جسمانی سرگرمیوں کا فقدان ہو رہا ہے اور اس کا شکار زیادہ تر 30 برس سے کم عمر کے افراد ہیں۔ عالمی ادارہ صحت کے مطابق ذہنی امراض معذوری کی بڑی وجہ بنتے جارہے ہیں۔ذہنی امراض میں مبتلا لوگوں سے علیحدگی اختیار نہ کی جائے، یعنی انھیں تنہا نہ کیا جائے۔انھیں تنہائیوں کے رحم و کرم پر نہ چھوڑا جائے، بلکہ ماہرین صحت کو دکھایا جائے اور اس طرح ان کی مدد کی جائے۔ انھیں خوش رکھا جائے اور ان کے دکھ درد میں شریک ہوا جائے۔دوست احباب اور عزیز واقارب ان سے ملتے اور ان کا دل بہلاتے رہیں، اس طرح رفتہ رفتہ وہ ذہنی مرض کے چنگل سے نجات پالیں گے۔

ذہنی امراض سے بچنے کا سب سے محفوظ ومفید طریقہ یہ ہے کہ روزانہ اپنے رب کے سامنے سربہ سجود ہوکر اپنی تمام پریشانیاں اور مشکلات صدقِ دل سے اُس سے بیان کردی جائیں۔اس کے علاوہ متوازن زندگی گزاری جائے، خلقِ خدا کی مدد کی جائے، صبح وشام پابندی سے چہل قدمی کی جائے، مثبت اندازِ فکر اختیار کیا جائے اور اپنی تمام ذمے داریاں خوش اسلوبی سے پوری کی جائیں۔

جدید تحقیق کے مطابق پوری دنیا میں ذہنی امراض میں مبتلا مریضوں کی تعداد میں بہت تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے اور ہر دس افراد میں سے ایک فرد کسی نہ کسی ذہنی بیماری میں ضرور گرفتار ہے۔

ماہرین صحت کہتے ہیں کہ روزانہ 470 گرام تازہ پھل اور سبزیاں کھانے سے ذہنی دباؤ میں کمی واقع ہوتی ہے، اس لئے کہ تازہ پھلوں اور سبزیوں میں حیاتین (وٹامنز)، معدنیات (منرلز)، مانع تکسید اجزاء (Antioxidants) اور فلیوونائڈز (Flavonoids) پائے جاتے ہیں، جو نہ صرف جسم میں کسی بھی سوزش کو ختم کرتے ہیں، بلکہ دماغ کو بھی پُرسکون رکھتے ہیں، افعال میں بہتری اور طبیعت میں فرحت وتازگی پیدا کرتے ہیں۔عالمی ادارہ صحت بھی روزانہ 400 گرام پھل اور سبزیاں کھانے کا مشورہ دیتا ہے۔ (حکیم حارث نسیم سوہدروی)

Volume:63/73,Issue:13 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

To

کیا ہماری نماز کیا روزہ
بخش دینے کے سو بہانے ہیں
(میر مہدی مجروح)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND

NAQUEEB WEEKLY

PHULWARI SHARIF,PATNA 801505

SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

رمضان اپنے اخلاص اور صالح اعمال کے ذریعہ اللہ کو راضی کرنے کا مہینہ ہے: مولانا احمد ولی فیصل رحمانی

رمضان المبارک کے موقع پر امیر شریعت بہار ،اڈیشہ و جھارکھنڈ کا قوم کے نام اہم پیغام

امیر شریعت بہار اڈیشہ و جھارکھنڈ حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب نے پوری دنیا کے مسلمانوں کو رمضان کی مبارک باد دیتے ہوئے اپنے پیغام میں کہا کہ رمضان المبارک کا مقدس مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے، اللہ تعالیٰ ساری انسانیت کے لیے اس ماہ کو خیر و برکت کا ذریعہ بنائیں: یہ مہینہ قرآن کریم کے نزول کا مہینہ ہے، جو ساری انسانیت کے لیے سراپا ہدایت اور رحمت ہے، جسے اللہ نے اپنے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا، اس ماہ میں مسلمانوں کو قرآن پاک کی تلاوت، تراویح کے اہتمام کے ساتھ قرآنی تعلیمات و ہدایات پر عمل کرنے کا عہد بھی کرنا چاہئے۔اسی طرح قرآن کریم کے ادارے اور تعلیم گاہوں کے قیام کی طرف توجہ دینی چاہئے۔

انہوں نے فرمایا کہ اس ماہ کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کیے ہیں، جس کا مقصد تقویٰ کا حصول ہے، اس لیے روزہ کا مقصد ہمیشہ ہمارے پیش نظر رہنا چاہئے اور اپنے اندر تقویٰ پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔صرف بھوکے پیاسے رہنے سے روزہ کا حق ادا نہیں ہوگا بلکہ اپنے قول و عمل، اخلاق و عادات اور طور طریقوں میں بھی تبدیلی لانے کی ضرورت ہے۔

آپ نے فرمایا کہ اس ماہ میں کی گئی عبادتوں کا اجر و ثواب کئی گنا بڑھ جاتا ہے۔ یہ مہینہ اپنے اخلاص، نیک نیت اور صالح اعمال کے ذریعہ اللہ کو راضی کرنے کا مہینہ ہے،س لیے ہمیں زیادہ سے زیادہ وقت عبادتوں میں گزارنا چاہئے۔فرائض و سنن کے علاوہ تراویح، تہجد اور دیگر نفل نمازوں کا اہتمام، ذکر و اذکار، تلاوت قرآن کریم، صدقات و خیرات اور دیگر خیر کے کاموں میں اپنے آپ کو مشغول رکھنا چاہئے اور اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی محنت کرنی چاہئے۔

حضرت امیر شریعت نے فرمایا کہ رمضان المبارک کا مہینہ دعاؤں کی قبولیت کا مہینہ ہے، خاص طور پر افطار و سحر کے وقت دعائیں قبول ہوتی ہیں۔اس لیے اس ماہ میں دعاؤں کا اہتمام کثرت سے کرنا چاہئے۔نہ صرف اپنے لیے بلکہ ایک ایک انسان کی ہدایت اور خیر کی دعا رب تعالیٰ سے کرنی چاہئے۔یہ مہینہ صبر اور تحمل کا ہے، معاملات میں صبر و برداشت کی عادت ڈالنی چاہیے، یہ مہینہ ہمدردی، اخوت، ایثار اور غم خواری اور غریبوں کے کام آنے کا مہینہ ہے۔اس لیے زکوٰۃ کی ادائیگی کے اہتمام کے ساتھ صدقات نافلہ کی بھی کثرت کرنی چاہئے۔

حضرت امیر شریعت نے اس موقع سے اہل خیر حضرات سے اپیل کی کہ مدارس اسلامیہ، ملی اور مذہبی جماعتیں دین کے قلعے ہیں، ان کا تحفظ اور تعاون حد درجہ ضروری ہے۔اس لیے دل کھول کر ان اداروں کی مدد کریں، اداروں کی طرف سے آنے والے محصلین اور سفراء کا اکرام کریں۔نیز غریبوں، یتیموں، مسکینوں اور بیواؤں کا بھی خاص خیال رکھیں۔

یمن میں امید کی نئی کرن

یمن میں قید افراد کے سینکڑوں خاندانوں کے لیے یہ ہفتہ کچھ امید لے کر آیا ہے۔یمن کے لیے اقوام متحدہ کے خصوصی ایلچی ہینس گرنڈبرگ نے گزشتہ پیر کے روز جنیوا میں اعلان کیا کہ ’’آج کا دن کافی اچھا دن ہے۔‘‘ انہوں نے کہا کہ وہ توقع کرتے ہیں کہ یمن میں دو اہم متحارب فریقوں؛ حکومت اور حوثی باغیوں کے درمیان اقوام متحدہ کی ثالثی میں قیدیوں کے تبادلے کے بعد اگلے تین ہفتوں کے اندر سینکڑوں خاندان دوبارہ ایک دوسرے سے مل سکیں گے۔یمن کی حکومت کی نمائندگی کرنے والی صدارتی قیادت کونسل نے 706 زیر حراست حوثیوں کو رہا کرنے کا وعدہ کیا ہے، جب کہ حوثی باغیوں نے کہا کہ وہ اس کے بدلے میں 181 قیدیوں کو رہا کر دیں گے۔اس کی وجہ سے حراست میں لیے گئے افراد کے اہل خانہ کے لیے برسوں کے انتظار کے بعد امید کی ایک نئی کرن پیدا ہوئی ہے۔

عدن میں ایک 30 سالہ خاتون نجات محمد کہتی ہیں ’’قیدیوں کے اس تبادلے سے میری تمام امیدیں وابستہ ہیں اور انتظار کر رہی ہوں کہ میرے شوہر گھر واپس آ کر مجھ سے اور ہمارے چار بچوں سے ملاقات کر سکیں گے۔ان کی ہماری اس بیٹی سے بھی ملاقات ہو سکے گی، جو سن 2015 میں جب وہ فوج میں شامل ہوئے تھے، تب وہ حمل میں تھی۔‘‘

انہوں نے بتایا کہ 2018 میں انہیں پکڑا گیا تھا اور حوثی باغیوں نے انہیں قید کر دیا تھا۔ان کا کہنا تھا کہ اس وقت تک وہ ہر ماہ کچھ نہ کچھ رقم گھر بھیجتے تھے، لیکن پچھلے چار سالوں سے ان کے بارے میں کوئی معلومات یا رقم نہیں ملی۔ان کا مزید کہنا تھا، ’’میں استعمال شدہ پانی کی بوتلیں جمع کرتی ہوں اور فروخت کرتی ہوں تا کہ ہمارے کھانے کے لیے پیسے جمع ہو سکیں۔‘‘ صنعا میں اب 28 سالہ حوثی جنگجو مطہر کے خاندان کو بھی امید ہے کہ ان سے جلد ہی دوبارہ ملاقات ہو سکے گی۔

تین برس قبل مطہر نے 25 سال کی عمر میں باغی افواج میں شمولیت اختیار کی تھی اور اس کے فوراً بعد ہی سرکاری فوج نے انہیں قید کر لیا۔ان کی بہن نے میڈیا کو بتایا کہ وہ اور ان کے رشتہ دار پر امید ہیں کہ وہ جلد ہی اسے دوبارہ اپنے بازوؤں میں لے سکیں گے۔یمن میں خانہ جنگی 2014 کے اواخر میں اس وقت شروع ہوئی تھی جب ایرانی حمایت یافتہ حوثی باغیوں نے دارالحکومت صنعا پر قبضہ کر کے اقتدار پر قبضہ کر لیا۔یہ جنگ 2015 میں اس وقت بڑھی جب سعودی عرب کی قیادت والے مصر، اردن، سوڈان اور متحدہ عرب امارات سمیت نو ممالک کے اتحاد نے بین الاقوامی سطح پر تسلیم شدہ سابق حکومت کو بحال کرنے کی کوشش کے تحت مداخلت کی۔یمن کے تنازع کو سنی سعودی عرب اور شیعہ ایران کے درمیان پراکسی جنگ کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔اقوام متحدہ کے مطابق یمن کی آبادی کی صورت حال دنیا کے بدترین انسانی بحرانوں میں سے ایک بن چکی ہے۔اس کا کہنا ہے کہ 2015 سے اب تک تقریباً 375,000 افراد ہلاک ہو چکے ہیں، جو کل آبادی کا 1.25 فیصد ہیں۔حال ہی میں چین کی ثالثی میں سات برس کے منجمد تعلقات کے بعد سعودی عرب اور ایران کے درمیان سفارتی تعلقات دوبارہ بحال کرنے کا معاہدہ ہوا ہے اور اس ہفتے قیدیوں کے تبادلے کے معاہدے پر بھی اس کے گہرے اثرات کو دیکھا جا سکتا ہے۔مبصرین یہ بھی کہتے ہیں کہ سعودی عرب کچھ عرصے سے یمن میں جنگ کے خاتمے کا خواہاں ہے جب کہ ایران بھی ملک میں جاری مظاہروں کے پیش نظر ملکی سیاست پر توجہ مرکوز کرنا چاہتا ہے۔ماہرین کا کہنا ہے کہ سعودی عرب اور ایران کے درمیان میل جول اور قیدیوں کے تبادلے سے یمن میں کشیدگی میں کچھ کمی تو ہو سکتی ہے، تاہم دونوں میں سے کسی ایک کے بس میں تنازع ختم کرنے کی سکت نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ سعودی عرب اور ایران میں تعلقات کی بحالی کے اثرات یمن میں جاری جنگ کے تناؤ کو بھی کچھ حد تک کم کرتے ہیں۔تاہم ملک کے مختلف دھڑوں کے متضاد موقف اب بھی حل طلب ہیں، اس لیے تنازع کے ساتھ ہی جانوں کا اتلاف بھی جاری ہے۔یورپی کونسل میں خارجہ تعلقات کے ایک ریسرچ فیلو نزیا بیانکو نے میڈیا کو بتایا کہ ان معاہدوں کا مقامی حرکیت سے کوئی تعلق نہیں ہے اور اگر سعودی حمایت یافتہ حکومت اور ایرانی حمایت یافتہ حوثیوں کے درمیان کسی معاہدے پر دستخط بھی ہو جائیں، تو بھی مقامی گروہوں کے درمیان مزید لڑائی ہوگی۔ان کا مزید کہنا تھا کہ سعودی ایران معاہدہ یمن میں جنگ کی علاقائی جہت کو ختم کرتا ہے لیکن جنگ کو ختم نہیں کرتا۔یہ بنیادی طور پر یمن میں سعودی بمباری اور سعودی سرزمین پر حوثیوں کے سرحد پار حملوں کو ختم کرتا ہے۔اس سے یمن کے مستقبل میں حوثیوں کو بھی ایک سیاسی فریق کا درجہ مل سکے گا۔

بیانکو کہتی ہیں کہ خود یمن کے دو اہم فریق، بین الاقوامی طور پر تسلیم شدہ حکومت اور حوثی باغی امن میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ تاہم ان کا ماننا ہے کہ حوثی اپنے موجودہ علاقائی کنٹرول سے مطمئن نہیں ہیں۔واضح رہے کہ حوثی اس وقت شمالی اور مغربی یمن کے زیادہ تر حصے پر قابض ہیں۔بیانکو کے مطابق رمضان کے بعد وہ دوبارہ حملہ کر سکتے ہیں، مثال کے طور پر، شمال میں حکومت کے زیر قبضہ صوبے معارب یا جنوب میں شبواہ پر، کیونکہ ان دونوں علاقوں میں تیل ہے اور اس لیے اس میں دلچسپی ہے۔خبر رساں ادارے اے ایف پی کے مطابق اسی ہفتے منگل کی رات کو حوثیوں کے حملے میں کم از کم 10 سرکاری فوجی مارے گئے۔یمنی تھنک ٹینک ’’صنعا سینٹر فار اسٹریٹیجک اسٹڈیز‘‘ کے شریک بانی اور تجزیہ کار ماجد المدھاجی نے اے ایف پی کو بتایا کہ یہ ایک واضح سیاسی پیغام ہے کہ تہران اور ریاض کے درمیان کے معاہدے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ باغی فوری طور پر ہتھیار ڈال دیں گے۔(بحوالہ ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام)

☆ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے، فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر آپ سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کر دیں۔ **رابطہ اور واٹس اَپ نمبر 9576507798**

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168,Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233

نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ ***www.imaratshariah.com*** پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔(**محمد اسعد اللہ قاسمی منیجر نقیب**)

WEEK ENDING-27/03/2023, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, *E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com*, Web. www.imaratshariah.com,

نقیب | **قیمت فی شمارہ -/8 روپے** | **ششماہی -/250 روپے** | **سالانہ -/400 روپے**